WWW.PAKSOCIETY.COM

حیرت سے سالار کو دیکھا۔

"آ۔ آ۔ ایکوابلیو نہیں ہے یہ؟" اس کی آنکھوں کے تاثر نے اسے گڑبڑا دیا تھا۔

"سالار! تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟" امامہ نے کہا۔

"کیوں کیا ہوا؟ مجھے لگا یہ Aquablue ہے۔"

"یہ ایکوابلیو ہی ہے۔ اسی لیے تو پوچھ رہی ہوں کہ مسئلہ کیا ہے؟"

وہ اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر کچھ کہے بغیر وہ آگے بڑھا اور اسے ساتھ لگا لیا۔

"Just Wanted to thank you" (صرف تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا) امامہ نے اسے کہتے سنا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کس چیز کے لیے شکریہ ادا کر رہا تھا۔

"And I am realy realy sorry I mean it"

(اور آئی ایم ریئلی سوری۔ آئی مین اٹ)

وہ اب دوبارہ معذرت کر رہا تھا۔

"آئی نو۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"I Love You" امامہ کا دل بھر آیا۔

ان کی شادی شدہ زندگی میں صرف پچھلے دس دن ایسے تھے جس میں اس نے ایک بار بھی سالار سے یہ جملہ نہیں سنا تھا۔ پہلے ڈاکٹر سبط علی کے گھر پر ہونے کی وجہ سے دونوں کے درمیان رابطہ نہیں تھا اور بعد میں شاید سالار اس سے یہ کہنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ اگر اس سے فون پر یہ نہیں کہہ پاتا تھا تو پھر ایس ایم ایس پر کچھ نہ کچھ لکھ کر بھیجتا رہتا تھا۔

"Wife" "Woman" "Sweetheart" "Darling" "Honey" "Dear"
"Mine" "Yours" "You" "Best" "Waiting" "Missing" "Betterhalf"
"Hoping" "Thinking" "Mrs" "Partner" "Friend" "Beauty"۔

ڈیر ہنی، ڈارلنگ، سویٹ ہارٹ، ویٹنگ، مسنگ، بیٹر ہاف، وائف، وومن، تھنکنگ، مسز، پارٹنر، فرینڈ، ہوپنگ۔

وہ ایک لفظی ایس ایم ایس شروع میں اسے بری طرح جھنجلا دیتے تھے۔

"مجھے کیا پتا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔؟ پورا جملہ کیوں نہیں لکھ سکتے تم؟ یقیناً" کوئی کلائنٹ ہوتا ہوگا تمہارے پاس اور تم وقت بچانے کے لیے ایسے میسجز بھیجتے ہو۔"

"اگر کلائنٹ کے سامنے بیٹھ کر مسنگ لکھ سکتا ہوں تو مسنگ یو بھی لکھ سکتا ہوں۔" اس نے کہا تھا۔ "تو پھر کیوں نہیں لکھتے؟"

"اس طرح تم میرے ایس ایم ایس کو کچھ زیادہ دھیان سے پڑھتی ہوگی۔" اس نے لوجک دی۔ اس نے دل میں اعتراف کیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر اس ایک لفظ کے بارے میں ضرور سوچتی تھی۔ صرف ایک جملہ تھا جو وہ ہمیشہ پورا لکھتا تھا۔

"آئی لو یو۔"

"خالی لو کیوں نہیں لکھ دیتے تم؟ یہ کیوں پورا لکھتے ہو؟" امامہ نے نوٹس کیا تھا۔

"بتاؤں گا تمہیں کبھی۔" سالار نے اسے ٹالا تھا وہ اسے بتا نہیں سکا کہ وہ لو کے لفظ پر خائف تھا۔ اس کے ذہن میں اگر امامہ ابھرتی تھی تو امامہ کے ذہن میں "کون" ابھرتا ہوگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور اب وہ one-word riddles غائب ہو گئی تھیں تو اسے ان کی قدر و قیمت کا احساس ہوا تھا۔ لاشعوری طور پر وہ اس سے اس ستائش اور اظہار محبت کی توقع رکھنے لگی تھی اور جب وہ سب کچھ غائب ہوا تو وہ فنی اور سلی باتیں اس کے لیے بہت سنجیدہ ایشو ہو گئی تھیں۔

وہ اس سے الگ ہو گیا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہ Aqua Blue ہے؟"

اپنی پوروں سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے امامہ نے بات بدلنے کی کوشش کی تھی۔

"تم ہمیشہ عجیب نام لیتی ہو کلرز کے۔ Aqua Blue واحد عجیب نام تھا جو مجھے Blue کلر کے لیے اس وقت یاد آیا۔" اس نے سادہ لہجے میں کہا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، وہ کلر بلائنڈ تھا اسے اب اندازہ ہو چکا تھا۔

"Very Smart!" اس نے جیسے اسے داد دی۔

"You thing so" وہ ہنسا۔

"Yes I do"

"Thank You Then" _____ وہ کہتا ہوا کچن سے نکل گیا تھا۔

کچن کے وسط میں کھڑی وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ وہ دنیا کا سب سے عجیب رشتہ تھا۔ دور ہوں تو دیواروں کا جنگل اُگ آئے، پاس ہوں تو کاغذ جیسی دیوار بھی نہ رہ پائے۔ ناراض ہو تو گلوں کے لیے سمندر بھی کم پڑ جائے اور محبت ہو تو گلہ نام کی چیز صحرا میں پانی بن جائے۔ غصہ ہو تو ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ ہو اور غصہ ختم ہو تو ایک دوسرے کے بغیر قرار مشکل ہو جائے۔ وہ بھی شوہر اور بیوی کے رشتے میں منسلک ہو جانے کے بعد اس تعلق کے سارے نشیب و فراز سے گزر رہے تھے اور پچھلے دس دن اس کی زندگی کا پہلا نشیب تھا۔

☼ ☼ ☼

"کیا لو گی تم؟" سالار نے مینیو کارڈ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں تو Shrimps کی ڈشز میں سے کوئی ٹرائی کروں گا۔ تم دیکھ لو۔ تم کو کیا چاہیے؟" وہ اسلام آباد میں دوسری بار باہر کھانا کھانے نکلے تھے اور احتیاطاً" انہوں نے ایک نئے بنے ہوئے چائنیز ریسٹورنٹ کا انتخاب کیا۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ان کی تمام احتیاط کم از کم آج ان کے کام نہیں آئے گی۔

پندرہ منٹ بعد کھانا سرو ہو گیا اور وہ کھانا کھانے لگے تھے۔ کھانا کھانے کے دوران ویٹر نے ایک چٹ لا کر سالار کو دی۔ اس نے کچھ حیرانی سے اس چٹ پر نظر ڈالتے ہوئے اس پر لکھی تحریر پڑھی۔

"آپ یہ جگہ فوراً" چھوڑ دیں۔"

سالار نے کچھ حیرانی سے سر اٹھا کر ویٹر کو دیکھا۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے ویٹر سے پوچھا۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا، ایک کرنٹ جیسے اسے چھو گزرا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ وہ کیا تھا۔

بے حد برق رفتاری سے چند کرنسی نوٹ والٹ سے نکال کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے ویٹر کو بل کلیئر کرنے کا کہا۔ امامہ حیرانی سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"کھانا چھوڑ دو۔ ہمیں جانا ہے۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیوں؟" وہ کچھ نہ سمجھی تھی کیونکہ انہیں کھانا شروع کیے ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے۔

"امامہ! یہ تمہیں باہر جا کر بتاتا ہوں بیگ لے لو اپنا۔" وہ کرسی دھکیلتا ہوا پلٹا اور پھر ساکت ہو گیا۔ انہیں نکلنے

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں دیر ہو گئی تھی۔ اس نے کچھ فاصلے پر ہاشم مبین کے ساتھ وسیم اور امامہ کے بڑے بھائی کو دیکھا اور وہ ان ہی کی طرف آ رہے تھے۔

وہ برق رفتاری سے امامہ کی کرسی کی طرف آیا۔ امامہ ٹیبل کے نیچے اپنے قدموں کے قریب رکھا ہوا اپنا بیگ اٹھا رہی تھی۔ اس نے ابھی انہیں آتے نہیں دیکھا تھا۔ سالار کے اپنے قریب آنے پر بیگ اٹھاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور کھڑا ہونے پر اس نے بھی اپنی فیملی کے افراد کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا۔ ایک لمحہ میں اس کا خون خشک ہو گیا۔ سالار نے کچھ کہنے کے بجائے اسے اپنی اوٹ میں کیا تھا۔ ان کی ٹیبل کھڑکی کے پاس تھی اور امامہ کے عقب میں اب کھڑکیاں تھیں۔

"سامنے سے ہٹو!" ہاشم مبین نے پاس آتے ہی بلند آواز میں اس سے کہا تھا۔

آس پاس ٹیبلز پر بیٹھے لوگ یک دم ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ نہ صرف کسٹمرز بلکہ دوسری ٹیبلز پر سرو کرنے والے ویٹرز بھی۔

آخری چیز جو سالار وہاں توقع کر سکتا تھا وہ ایک پبلک پلیس پر ایسا ہی سین تھا۔

"آپ ہمارے ساتھ گھر چلیں، وہاں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔"

سالار نے بے حد تحمل کے ساتھ ہاشم سے کہا تھا۔

اس نے جواباً "ایک گالی دیتے ہوئے" اسے گریبان سے پکڑا اور کھینچ کر ایک طرف ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے، وسیم اور عظیم سے امامہ کو وہاں سے لے جانے کے لیے کہا۔ ہاشم کے برعکس، وسیم اور عظیم دونوں کچھ متامل تھے۔ وہ جانتے تھے اس طرح زبردستی اس ریسٹورنٹ سے کسی کو ہال سے باہر نہیں لے جا سکتے، کیونکہ سیکیورٹی کا سامنا کیے بغیر امامہ کو بحفاظت وہاں سے لے جانا مشکل تھا۔

وہ سالار کے عقب میں اس کی شرٹ پکڑے تھر تھر کانپتی ہوئی تقریباً "اس سے چپکی ہوئی تھی، جب ہاشم نے سالار کا گریبان پکڑتے ہوئے اسے کھینچا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ

قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں

میمونہ خورشید علی

قیمت -/350 روپے

شریک سفر

زہرہ ممتاز

قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی

راحت جبیں

قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عمیرہ احمد

آب حیات

آب حیات کی کہانی تاش کے تیرہ پتوں میں چھپی ہوئی ہے۔

2۔ ایک خوب صورت اتفاق نے امامہ اور سالار کو یکجا کردیا ہے۔ سالار نے امامہ کو ایر رنگز دیے ہیں۔ وہ بالکل ویسے ہی ہیں، جیسے امامہ شادی سے قبل پہنتی تھی اور جو اسے اس کے والد ہاشم نے دیے تھے۔ سکندر عثمان نے اس شادی کو کھلے دل سے قبول کیا۔

9۔ سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں چار اشخاص گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ایک پروجیکٹ پر کام کررہے ہیں۔ انہیں ایک شخص بلکہ اس کی پوری فیملی کے تمام بیرونی معاملات اور ذاتی زندگی کی تمام تر مکمل معلومات حاصل ہیں اور انہیں اس میں سے کسی ایسے پوائنٹ کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر وہ اس شخص پر ہاتھ ڈال سکیں۔ لیکن اس شخص — سمیت اس کی فیملی کے نہایت شفاف ریکارڈ سے اب تک کوئی مشکوک بات نہیں نکال سکے مگر آخری پندرہ منٹ میں انہیں اس فیملی کی کسی لڑکی کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے کوئی سرا مل جاتا ہے۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ل۔ وہ کئی راتوں سے تکلیف میں تھی۔ سکون آور ادویات کے بغیر سو نہیں پا رہی تھی۔ وہ اپنے باپ سے بس ایک سوال کرنے آئی تھی کہ اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا۔

6۔ اسپیلنگ بی کے بانوے مقابلے کے فائنل میں تیرہ سالہ اور نو سالہ دو بچے چودھویں راؤنڈ میں ہیں۔ تیرہ سالہ مینسی نے نو حرفوں کے لفظ کا ایک حرف غلط بتایا۔ اس کے بعد نو سالہ ایک خود اعتماد بچے نے گیارہ حرفوں کے لفظ کی درست اسپیلنگ بتادیں۔ ایک اضافی لفظ کے درست ہجے بتانے پر وہ مقابلہ جیت سکتا تھا۔ جسے غلط بتانے کی صورت میں تیرہ سالہ بچی دوبارہ فائنل میں آجاتی۔ وہ اضافی لفظ سن کر اس خود اعتماد، مطمئن اور ذہین بچے کے چہرے پر پریشانی پھیلی، جسے دیکھ کر اس کے والدین اور ہال کے دیگر مہمان بے چین ہوئے مگر اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کی سات سالہ بہن مسکرادی۔

A۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بددیانتی کر رہی ہے مگر پھر بھی اس نے اس کتاب کے پہلے باب میں تبدیلی کردی اور ترمیم شدہ باب کا پرنٹ نکال کر دیگر ابواب کے ساتھ فائل میں رکھ دیا۔

7۔ وہ دونوں ایک ہوٹل کے بار میں تھے۔ لڑکی نے اسے ڈرنک کی آفر کی مگر مرد نے انکار کردیا اور سگریٹ پینے لگا۔ لڑکی نے پھر ڈانس کی آفر کی، اس نے اس بار بھی انکار کردیا۔ وہ لڑکی اس مرد سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ اسے رات ساتھ گزارنے کے بارے میں کہتی ہے۔ اب کے وہ انکار نہیں کرتا۔

4۔ وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ آئی ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے سوال و جواب نے اسے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔ اب وہ خود اپنے اس اقدام سے غیر مطمئن اور ملول نظر آتی ہے۔

5۔ وہ جیسے ہی گھر آیا۔ معمول کے مطابق اس کے دونوں بچے اپنا کھیل چھوڑ کر اس کے گلے آلگے۔ حسب معمول اس کی بیوی نے بھی جو تیسری بار امید سے تھی، اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ وہ لان میں اپنی بیوی بچوں کو مطمئن و مسرور دیکھ کر سوچ رہا ہے کہ اگر وہ چند پیپر پھاڑ کر پھینک دے تو اس کی زندگی آئندہ بھی اسی طرح خوب صورت رہ سکتی ہے۔ مگر وہ

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ضروری فون آجاتا ہے۔ جس کا وہ انتظار کررہا ہے۔ اب اسے اپنی فیملی اور استعفیٰ میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا تھا۔

8۔ پریذیڈنٹ ایک انتہائی مشکل صورت حال سے دوچار تھا۔ اس کا فیصلہ کانگریس کے الیکشنز پر بری طرح اثر انداز ہوسکتا تھا۔ کیبنٹ کے چھ ممبرز کے ساتھ پانچ گھنٹے کی طویل نشست کے بعد اسے پندرہ منٹ کا وقفہ لینا پڑا تھا۔ فیصلے کی ذمہ داری اس کے سر تھی۔ آخر کار وہ ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

10۔ الزائمر کے مریض باپ کو وہ اپنے ہاتھوں سے یخنی پلا رہا تھا۔ اس کے انداز میں اپنے باپ کے لیے نہایت پیار' احترام اور تحمل ہے۔ اس کے باپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس کے ہاتھ سے آخری بار کھانا کھا رہا ہے۔ اس کا سامان ایرپورٹ پر جاچکا ہے اور وہ گاڑی کا انتظار کررہا ہے۔

Q۔ وہ نیلے رنگ کی شفاف جھیل پر اس کے ہمراہ ہے۔ خوب صورت حسین مناظر میں گھری جھیل میں وہ صندل کی لکڑی کی کشتی میں سوار ہے۔

K۔ وہ تیسری منزل پر بنے اپارٹمنٹ کے بیڈروم کی کھڑکی سے ٹیلی اسکوپ کی مدد سے ساٹھ فٹ کے فاصلے پر اس بینکوئٹ ہال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ٹائم نو بج کر دو منٹ ہورہے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد وہ مہمان بینکوئٹ ہال میں داخل ہوگا۔ وہ ایک پروفیشنل شوٹر ہے۔ اسے مہمان کو نشانہ بنانے کے لیے ہائر کیا گیا ہے۔

3۔ وہ اس سے اصرار کررہی ہے کہ نجومی کو ہاتھ دکھایا جائے۔ وہ مسلسل انکار کرتا ہے مگر اس کی خوشی کی خاطر مان لیتا ہے نجومی لڑکی کا ہاتھ دیکھ کر بتاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر شادی کی دو لکیریں ہیں۔ دوسری لکیر مضبوط اور خوشگوار شادی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ دونوں ساکت رہ جاتے ہیں۔

آدم و حوا

ایک خوب صورت اتفاق نے سالار اور امامہ کو یکجا کردیا۔ اس نے امامہ کو سال بعد دیکھا تھا۔ ان کی ابتدائی زندگی کا پہلا اختلاف لائٹ پر ہوا۔ سالار کو لائٹ آن کرکے سونے کی عادت تھی جبکہ امامہ کو روشنی میں نیند نہیں آتی تھی۔ لیکن سالار نے امامہ کی بات مان لی۔ صبح وہ امامہ کو جگائے بغیر سحری کرکے نماز پڑھنے چلا جاتا ہے' امامہ سحری کے لیے اٹھتی ہے تو فرقان کے گھر سے کھانا آیا رکھا ہوتا ہے۔ امامہ اسے سالار کی بے اعتنائی سمجھتی ہے۔ سعیدہ اماں سے فون پر بات کرتے ہوئے وہ رو پڑتی ہے اور وجہ پوچھنے پر اس کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ سالار کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ سعیدہ اماں کو سالار پر سخت غصہ آتا ہے۔ وہ ڈاکٹر سبط علی کو بھی بتادیتی ہیں کہ سالار نے امامہ کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ سالار ڈاکٹر سبط علی کے گھر امامہ کا روکھا رویہ محسوس کرتا ہے' سعیدہ اماں بھی سالار کے ساتھ ناراضی سے پیش آتی ہیں۔ پھر امامہ اس رات سعیدہ اماں کے ہی گھر رہ جاتی ہے۔ سالار کو اچھا نہیں لگتا مگر وہ منع نہیں کرتا۔ امامہ کو یہ بھی برا لگتا ہے کہ اس نے ساتھ چلنے پر اصرار نہیں کیا۔ اس کو سالار سے یہ بھی شکوہ ہوتا ہے کہ اس نے اسے منہ دکھائی نہیں دی۔ سالار اپنے باپ سکندر عثمان کو بتادیتا ہے کہ اس کی شادی آمنہ نامی جس لڑکی سے ہوئی ہے وہ دراصل امامہ ہے۔ سکندر عثمان اور طیبہ سخت پریشان ہوجاتے ہیں۔ امامہ کو فرقان کے گھر روزانہ کھانا کھانے پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور سالار کے سی فوڈ کھانے پر بھی۔ سکندر عثمان' طیبہ اور انیتا ان دونوں سے ملنے آتے ہیں اور امامہ سے بہت پیار سے ملتے ہیں۔ وہ سالار کا ولیمہ اسلام آباد میں کرنے کے بجائے اب لاہور میں کرنے کا منصوبہ بناتے ہیں۔ ڈاکٹر سبط' امامہ سے سالار کے ناروا سلوک کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو وہ شرمندہ ہی ہوجاتی ہے کیونکہ وہ بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی اس نے بنا ڈالی تھی۔ سالار' امامہ سے اسلام آباد چلنے کو کہتا ہے۔ تو امامہ خوف زدہ ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر سبط' سالار کو سمجھاتے ہیں۔ وہ خاموشی سے سنتا ہے۔ وضاحت اور صفائی میں کچھ نہیں بولتا مگر ان کے گھر سے واپسی پر وہ امامہ سے ان شکایتوں کی وجہ پوچھتا ہے۔ وہ جواباً "روتے ہوئے وہی بتاتی ہے' جو سعیدہ اماں کو بتا چکی ہے۔ سالار کو اس کے آنسو تکلیف دیتے ہیں' پھر وہ اس سے معذرت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ آئندہ جو بھی شکایت ہو' کسی اور سے نہ کرنا' ڈائریکٹ مجھے ہی بتانا' وہ اس کے ساتھ سعیدہ اماں کے گھر سے جہیز کا سامان لے کر آتا ہے' جو کچھ امامہ نے خود جمع کیا ہوتا ہے اور کچھ ڈاکٹر سبط نے اس کے لیے رکھا ہوتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں گھٹیا رومانوی ناول دیکھ کر سالار کو کوفت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہوتی ہے اور وہ انہیں تلف کرنے کا سوچتا ہے۔ مگر امامہ کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ سالار اپنے بینک میں امامہ کا اکاؤنٹ کھلوا کر تیس لاکھ روپے اس کا حق مہر جمع کرواتا ہے۔ وہ امامہ کو لے کر اسلام آباد جاتا ہے اور ایئرپورٹ پر اسے بتاتا ہے کہ سکندر عثمان نے منع کیا تھا۔ امامہ کو شدید غصہ آتا ہے۔ گھر پہنچنے پر سکندر عثمان اس سے شدید غصہ کرتے ہیں۔

سکندر عثمان، سالار کی اسلام آباد آمد پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ امامہ کو اس گھر میں آکر شدید ڈپریشن ہوتا ہے۔ وہ نو سال بعد سالار کے گھر سے اپنے گھر کو دیکھتی ہے۔ دو دن رہ کر وہ واپس آجاتے ہیں۔ امامہ کہتی ہے کہ وہ اسلام آباد میں رہنا چاہتی ہے۔ سالار کی جاب یہاں ہے تو وہ مہینہ میں ایک دفعہ آجایا کرے۔ اس کی اس بات سے سالار کو دکھ ہوتا ہے، پھر جب وہ کہتا ہے کہ اسے امریکہ چلے جانا ہے تو امامہ کہتی ہے کہ وہ دوسری شادی کرلے۔ یہ تجویز سالار کے لیے شاکنگ ہوتی ہے۔ وہ امامہ سے اس کی توقع نہیں کرتا تھا۔

سالار، امامہ کو کراچی لے کر جاتا ہے تو وہ انیتا کے گھر جاتی ہے۔ وہ سالار سے کہتی ہے کہ وہ بھی ایسا شان دار گھر چاہتی ہے جس میں سبزیوں کا فارم، فش فارم ہو اور وہ کم از کم ایک ایکٹر کا ہونا چاہیے۔ سالار حیران رہ گیا تھا۔ عید کے موقع پر اس کو میکے کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ سالار کے ساتھ ایک پارٹی میں شراب کی موجودگی پر اس کے دل میں سالار کے لیے بدگمانی آجاتی ہے۔ جس کو سالار دور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اب ان چیزوں سے بہت دور جا چکا ہے۔ سالار بینک میں کام کرتا ہے۔ امامہ اس سے سود کے مسئلہ پر بحث کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے سود حرام ہے۔

امامہ، سالار کا خیال رکھتی تھی۔ اس کی سالار کے دل میں قدر تھی، لیکن وہ زبان سے اظہار نہیں کرتا۔ سالار البتہ جلال کے لیے اس کے دل میں جو نرم گوشہ ہے اس سے بری طرح ہرٹ ہوتا ہے۔

سالار اپنا پلاٹ بیچ کر تقریباً "ڈیڑھ کروڑ کی انگوٹھی خرید کر دیتا ہے۔ سکندر، عثمان کو جب یہ بات پتا چلتی ہے تو وہ حیران رہ جاتے ہیں، پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ "کہاں سے لی تھی یہ رنگ؟"

سالار بتاتا ہے کہ اس نے قیمتی ترین شاپ سے خاص طور پر یہ انگوٹھی ڈیزائن ـــــ کروائی ہے۔ اور تھوڑی رقم بچی تھی جو اس نے خیراتی اداروں کو دے دی ہے۔ امامہ کو اس انگوٹھی کی قیمت کا بالکل اندازہ نہیں ہے۔ سالار بھی اسے اصل قیمت نہیں بتاتا۔

امامہ کی ملاقات اتفاقاً "جلال سے ہوتی ہے۔

جلال اسے لنچ کے لیے لے جاتا ہے۔ وہ یہ جان کر بہت مرعوب ہوتا ہے کہ وہ سالار سکندر کی بیوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سالار جس عہدے پر ہے۔ وہاں اس نے خوب کمایا ہوگا۔ ریسٹورنٹ میں اچانک فاروق صاحب آجاتے ہیں۔ جلال کے امامہ کے تعارف کرانے پر وہ چونک جاتے ہیں۔ جلال سے مل کر امامہ بہت ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔ اس سے گاڑی بھی نہیں چلائی جاتی۔ وہ سالار کو فون کرتی ہے۔ فون آف ہوتا ہے۔ اس کی جوتی کا اسٹریپ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ تب وہ اس کے آفس جانے کا فیصلہ کرتی ہے۔ سالار کو پتا چلتا ہے کہ وہ اپنا کریڈٹ کارڈ بھی شاپنگ سینٹر میں بھول آئی ہے۔ وہ سالار کے آفس کے باتھ روم میں جا کر فریش ہوتی ہے اور اپنی قیمتی انگوٹھی وہاں بھول آتی ہے۔ اسے بعد میں بھی وہ انگوٹھی یاد نہیں آتی۔

دو دن بعد ایک ڈنر پر فاروق صاحب، سالار سے ملتے ہیں جب وہ اپنی بیوی کا تعارف کرانا چاہتا ہے تو وہ کہتے ہیں ڈاکٹر جلال انصر کے ساتھ لنچ کے دوران امامہ سے مل چکے ہیں۔

سالار یہ جان کر امامہ سے ناراض ہو جاتا ہے۔ وہ ناراضی میں اسے سعیدہ اماں کے ہاں بھجوا دیتا ہے۔

ڈاکٹر سبط علی سالار کو بلاتے ہیں۔ وہ نہیں جاتا تو وہ امامہ سے تعلق ختم کرنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ تب سالار ان کے پاس جاتا ہے اور امامہ سے معافی مانگ کر اسے اپنے گھر لے آتا ہے۔

ایک ہفتہ بعد سالار اسے یاد دلاتا ہے کہ امامہ انگوٹھی کہاں بھولی تھی۔ سالار، امامہ سے ایک معاہدہ پر دستخط کراتا ہے جس میں اسے سالار سے علیحدگی کی صورت میں بہت سے حقوق حاصل ہوں گے۔

ڈاکٹر سبط علی کا سلوک سالار کے ساتھ بہت روکھا ہو جاتا ہے۔ امامہ کو برا لگتا ہے، وہ ان سے کہتی ہے تب ڈاکٹر سبط علی اس کو نصیحت کرتے ہیں کہ عورت کو اپنا گھر کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

امامہ سالار کے ساتھ کھانا کھانے ریسٹورنٹ میں جاتی ہے۔ ایک ویٹر سالار کو ایک چٹ لا کر دیتا ہے "آپ یہ جگہ فوراً چھوڑ دیں۔" سالار جانے لگتا ہے لیکن تب ہی امامہ کے باپ اور بھائی وہاں آجاتے ہیں۔ وہ سالار پر حملہ کرتے ہیں۔

ساتویں قسط

سالار نے اپنا دفاع کرتے اپنا گریبان چھڑاتے ہوئے ہاشم مبین کو ذرا سا پیچھے دھکیلا۔ ان کے لیے یہ دھکا کافی ثابت ہوا۔ وہ پیر پھسلنے پر بے اختیار نیچے گرے۔ ریسپشن تب تک باہر موجود سیکیورٹی کو انفارم کر چکا تھا۔ ہال میں دوسری میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ کچھ متوحش انداز میں یہ سب دیکھ رہے تھے۔ جبکہ میزوں پر سرو کرتے ہوئے ویٹرز بے حد برق رفتاری سے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ اس دھکے نے عظیم کو بھی یک دم مشتعل کر دیا۔ وہ بھی بلند آواز میں اسے گالیاں دیتے ہوئے جوش میں آگے آیا اور بے حد غیر متوقع انداز میں اس نے سالار کے جبڑے پر گھونسا دے مارا۔ چند لمحوں کے لیے سالار کی آنکھوں کے سامنے واقعی اندھیرا چھا گیا' وہ اس گھونسے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ ذرا سا ایک طرف جھکا اور عظیم اس کے پیچھے کھڑی امامہ تک جا پہنچا۔ اس نے کانپتے ہوئے سالار کے پیچھے چھپنے کی کوشش کی' لیکن عظیم نے اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے نہ صرف سالار سے الگ کرنے کی کوشش کی' بلکہ اس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ بھی رسید کیا۔ سالار تب تک سنبھل کر سیدھا ہوتے ہوئے اسے چھڑانے کے لیے پلٹا تھا۔ جب اس کے بائیں کندھے کی پشت پر درد کی تیز لہر اٹھی۔ اس نے ہونٹ بھینچ کر اپنی چیخ روکی۔ وہ ہاشم مبین تھے جنہوں نے ٹیبل پر پڑا چاقو اس کی پشت میں مارنے کی کوشش کی' لیکن آخری لمحے میں ہٹنے کی وجہ سے وہ اس کے بائیں کندھے میں جا لگا تھا۔

سیکیورٹی اور دوسرے ویٹرز تب تک قریب پہنچ چکے تھے۔ سالار نے اپنے کندھے کی پشت سے وہ چاقو نکال لیا۔ سیکیورٹی والے اب ان تینوں کو پکڑ چکے تھے۔ وہ چاقو نوک دار ہوتا تو زخم بے حد خطرناک ہوتا' لیکن اب بھی اس چاقو کا اگلا سرا اس کے کندھے کے گوشت میں دھنسا ہوا تھا۔ امامہ نے نہ تو ہاشم مبین کو سالار کو وہ چاقو مارتے دیکھا تھا' نہ ہی اس نے سالار کو وہ چاقو نکالتے دیکھا۔ سیکیورٹی والوں نے سالار کو عظیم سے چھڑاتے ہوئے' عظیم کو اپنی گرفت میں لے لیا' تب تک سالار اپنی جینز کی جیب سے سیل نکال کر سکندر کو فون پر وہاں آنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے' لیکن وہ اس کے باوجود اپنے لہجے کو حتی المقدور نارمل رکھتے ہوئے سکندر سے بات کر رہا تھا۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اپنی پشت کے اس زخم کو دبائے ہوئے تھا۔ اس کے دبانے اور محسوس کرنے کے باوجود اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ اپنے کندھے سے کمر تک خون کی نمی محسوس کر رہا تھا لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ خون کتنی مقدار میں نکل رہا تھا۔

سیکیورٹی والے اس گفتگو کے دوران ہاشم مبین' وسیم اور عظیم کو وہاں سے لے جا چکے تھے۔ ریسٹورنٹ کے پورے ہال میں بے حد سراسیمگی کا عالم تھا۔ کچھ لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے اور جو ابھی وہاں موجود تھے' وہ ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ کو فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہوگی' آپ آجائیں۔" منیجر نے اس کی پشت پر بہنے والے خون کو دیکھتے ہوئے کچھ تشویش کے عالم میں اس سے کہا۔ اس نے یقیناً" یہ سوچا ہوگا کہ ہال کا ماحول ان کی موجودگی میں نارمل نہیں ہو سکتا تھا۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

امامہ نے منیجر کی اس بات پر کچھ حیران ہو کر سالار کو دیکھا' وہ اب فون پر بات ختم کر رہا تھا۔ امامہ نے اس کے اس ہاتھ کو پہلی بار نوٹس کیا جو وہ کندھے کے اوپر سے پیچھے کیے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا ہے؟" امامہ نے قدرے سراسیمگی کے عالم میں پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" سالار نے اپنا بازو سیدھا کیا۔ امامہ نے اس کی خون آلود انگلیاں دیکھیں۔ اس نے سمجھا کہ شاید اس کا ہاتھ زخمی تھا۔

"اسے کیا ہوا؟" اس نے کچھ حواس باختہ ہو کر پوچھا۔ اس نے جواب دینے کے بجائے ایک قریبی ٹیبل سے نیپکن اٹھا کر اپنا ہاتھ صاف کرتے ہوئے امامہ کو چلنے کا اشارہ کیا۔ منیجر اور سیکیورٹی کے چند لوگوں کے ساتھ چلتے ہوئے وہ منیجر کے کمرے میں آ گئے۔ وہ پولیس کو کال کر چکا تھا اور اب وہ پولیس کے آنے تک انہیں وہاں روکنا چاہتا تھا لیکن سالار زخمی تھا اور اسے فرسٹ ایڈ دینا ضروری تھی۔

منیجر کے کمرے میں پہنچ کر ہی امامہ نے پہلی بار سالار کی خون آلود پشت دیکھی اور وہ دھک سے رہ گئی تھی۔ ایک قریبی کلینک سے پہنچنے والی ایمبولینس کے آنے تک انہوں نے اس کی شرٹ اتار کر اس کا خون روکنے کی کوشش کی مگر زخم گہرا تھا اور ٹانکوں کے بغیر ٹھیک ہونا مشکل تھا۔

وہ اس قدر شاکڈ تھی کہ وہ ریسٹورنٹ کے عملے کے افراد کی فرسٹ ایڈ اور سالار کو گم صم دیکھتی رہی۔ وہ کیا کچھ کر سکتی تھی یا اسے کیا کرنا چاہیے تھا' اسے سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

اگلے پانچ سات منٹ میں پولیس' ایمبولینس اور سکندر آگے پیچھے ہی پہنچے تھے۔

سکندر کے آتے ہی سالار نے امامہ کو گھر کے بجائے فوری طور پر کہیں اور بھیجنے کے لیے کہا۔ سکندر خود سالار کو ہاسپٹل لے کر جا رہے تھے۔ چاہنے کے باوجود وہ سالار سے یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ اس کے ساتھ جانا چاہتی ہے۔

سکندر نے اسے فوری طور پر اپنے بڑے بھائی شاہنواز کے گھر ڈرائیور اور پولیس کی سیکیورٹی میں بھجوایا تھا۔ شاہنواز کی فیملی گھر پر نہیں تھی۔ عجلت میں انہوں نے نوکروں کو امامہ کا خیال رکھنے کی تاکید کی اور سکندر کی طرف چلے گئے۔

وہ بت کی طرح آ کر گیسٹ روم میں بیٹھ گئی۔ اسے سب کچھ ایک بھیانک خواب کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ سالار کو کسی نے چاقو سے زخمی کیا تھا' یہ اس نے سن لیا تھا مگر یہ اس کے باپ نے کیا تھا یا بھائیوں میں سے کسی نے ـــ یہ وہ نہیں جان سکی تھی۔ ریسٹورنٹ کی سیکیورٹی نے ہاشم' وسیم' اور عظیم کو پولیس کے آنے تک ایک کمرے میں بند کر دیا تھا اور اس کے بعد اب آگے کیا ہونے والا تھا' اسے سوچتے ہوئے بھی اسے اپنا وجود مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

اسے ابھی آئے ہوئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کہ سالار کی کال آئی۔

"تم پہنچ گئی ہو؟" اس نے امامہ کی آواز سنتے ہی کہا۔

"ہاں ـــ تم کہاں ہو؟"

"ابھی کلینک پر ہوں۔" سالار نے اسے کہا۔

"اور ابو ـــ؟"

"پاپا ساتھ ہیں میرے۔" سالار نے اس کے لفظوں پر غور نہیں کیا تھا۔

"میں اپنے ابو کا پوچھ رہی ہوں؟" امامہ نے بے ساختہ کہا۔ وہ چند لمحے کچھ بول نہیں سکا۔

اسے نا چاہتے ہوئے بھی اس وقت امامہ کی ہاشم کے بارے میں تشویش بری لگی۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہ تینوں پولیس کسٹڈی میں ہیں۔۔۔ یہاں سے فارغ ہو کر اب ہم وہیں جائیں گے۔" امامہ کا دل ڈوبا۔
باپ اور بھائیوں کے حوالات میں ہونے کے تصور نے چند لمحوں کے لیے اسے سالار کے زخمی ہونے کے بارے میں بالکل لاپروا کر دیا۔
"سالار! پلیز انہیں معاف کر دو اور ریلیز کروا دو۔"
سکندر اس وقت اس کے پاس تھے۔ وہ امامہ سے کچھ کہہ نہیں سکا لیکن وہ خفا ہوا تھا۔ وہ اس سے زیادہ اپنی فیملی کے لیے پریشان تھی۔ وہ زخمی تھا لیکن اس نے یہ تک پوچھنے کی زحمت نہیں کی کہ وہ اب کیسا ہے اور اس کی بینڈیج ہو گئی یا زخم گہرا تو نہیں تھا؟
"میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔" اس نے کچھ کہنے کے بجائے فون بند کر دیا تھا۔

کلینک میں اس کے چیک اپ اور بینڈیج میں ایک گھنٹہ لگ گیا۔ خوش قسمتی سے اس کی ۔۔۔ کسی رگ یا شریان کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔
کلینک میں ہی سکندر کی فیملی کے افراد نے پہنچنا شروع کر دیا اور سالار کو سکندر کے اشتعال سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ معاملہ بہت سنجیدہ نوعیت اختیار کر گیا تھا۔ وہ خود بے حد ناراض ہونے کے باوجود اس معاملے کو ختم کرنے کا خواہش مند تھا لیکن سکندر نہیں۔
شاہنواز کی بیوی اور دونوں بہوئیں آدھے گھنٹے کے بعد گھر آئی تھیں اور تب تک طیبہ بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔ سکندر نے فی الحال اپنے گھر میں نہ رہنا بہتر سمجھا تھا۔
شاہنواز کی بیوی اور بہوؤں نے اگرچہ امامہ سے اس ایشو پر زیادہ بات نہیں کی تھی، لیکن وہ لاؤنج میں طیبہ اور ان لوگوں کی بلند آواز میں ہونے والی باتیں سنتی رہی۔ طیبہ بری طرح برہم تھیں۔ وہ شاہنواز کے گھر آنے کے باوجود امامہ کے پاس نہیں آئیں۔ وہ خود بھی اتنی ہمت نہیں کر سکی کہ باہر نکل کر ان کا سامنا کرتی۔ وہ بے حد غصے میں ہاشم مبین اور اس کے بھائیوں کو برا بھلا کہتی رہیں اور وہ گیسٹ روم میں بیٹھی ہچکیوں سے روتے ہوئے یہ سب کچھ سنتی رہی۔ یہ طیبہ کے کڑوے کسیلے جملے یا خاندان کے سامنے ہونے والی سبکی نہیں تھی، یہ احساس تھا کہ ہاشم اور اس کے بھائی اس وقت حوالات میں بند تھے اور نجانے ان کے ساتھ وہاں کیا سلوک ہو رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی فیملی بے حد بارسوخ تھی اور حوالات میں کوئی ان کے ساتھ عام مجرم کی طرح کا رویہ نہیں رکھ سکتا تھا، مگر وہ جانتی تھی اس کی فیملی کا حوالات میں رہنا ہی بے حد بے عزتی کا باعث ہے۔
اس نے دو بار سالار سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے پہلی بار اس کی کال نہیں لی اور دوسری بار اس کا سیل بند تھا۔ وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس نے اسی کی کال سے بچنے کے لیے فون بند کیا ہو گا۔ یہ دوسری بار ہوا تھا کہ اس نے اپنا سیل فون اس کی وجہ سے آف کیا ہوا تھا۔
"کیوں persue (پیروی) نہ کروں اس کیس کو۔۔۔؟ انہیں چھوڑ دوں تاکہ اگلی بار وہ تمہیں شوٹ کر دیں۔"
اس نے ہسپتال سے پولیس اسٹیشن جاتے ہوئے گاڑی میں سکندر سے کہا تھا۔ "میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔"
"بات بڑھ چکی ہے اور اس سب کی ابتدا بھی انہوں نے کی ہے۔" سکندر بے حد مشتعل تھے۔
"پاپا! وہ امامہ کی فیملی ہے۔" اس نے بالآخر کہا۔
"نہیں، وہ امامہ کی فیملی تھی، انہیں اگر امامہ کی پروا ہوتی تو وہ اس کے شوہر پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاتے اور اگر انہیں امامہ کی پروا نہیں ہے تو امامہ کو بھی ان کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔"

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

انہوں نے بین السطور کیا کہا تھا' سالار کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔
"یہ ایک حد تھی جو میں کبھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ پار کریں' لیکن انہوں نے یہ حد پار کرلی ہے۔ میری فیملی میں سے کسی کو تکلیف پہنچے گی تو میں ہاشم فیملی کو کسی سیف ہیون میں نہیں رہنے دوں گا۔
I'll pay them in the same coin.

(میں انہیں ان کی زبان میں جواب دوں گا)
یہ بات تم اپنی بیوی کو بتا بھی دو اور سمجھا بھی دو۔"
"پاپا! پلیز اس ایشو کو حل ہونا چاہیے۔" سالار نے باپ سے کہا۔
سکندر کا مشتعل رویہ اسے خائف کرنے لگا تھا۔ وہ بے حد متحمل مزاج تھے لیکن اس وقت سالار ان کا ایک نیا روپ دیکھ رہا تھا۔

"یہ خواہش ان کو کرنی چاہیے۔۔۔ صرف تب یہ مسئلہ حل ہوگا۔
How dare he touch my son
(اسے میرے بیٹے کو ہاتھ لگانے کی ہمت بھی کیسے ہوئی) اس کا خیال ہے میں برداشت کروں گا یہ غنڈہ گردی۔۔۔؟
اب وہ مجھے پولیس اسٹیشن سے نکل کر دکھائے۔"
انہیں ٹھنڈا کرنے کی اس کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ معاملہ کس حد تک بڑھ جائے گا' اس کا اندازہ سالار کو نہیں تھا۔ اگلے دو گھنٹوں میں جہاں اس کی فیملی پولیس اسٹیشن میں آگئی تھی' وہاں ہاشم مبین کی بھی پوری فیملی وہاں موجود تھی۔
یہ صرف دو بار سوخ فیملیز کا مسئلہ نہیں رہا تھا' یہ کمیونٹیز کا مسئلہ بن گیا تھا۔ اسلام آباد پولیس کے تمام اعلا افسران اس معاملے کو حل کرانے کے لیے وہاں موجود تھے۔ ہاشم مبین کو سب سے بڑی مشکل اس ریسٹورنٹ کی انتظامیہ کی وجہ سے ہو رہی تھی جہاں یہ سب کچھ ہوا تھا۔ یہ سب کہیں اور ہوتا تو وہ بھی جواباً" سالار اور اس کی فیملی کے خلاف دس بارہ ایف آئی آر رجسٹر کروا چکے ہوتے' لیکن ہال میں لگے سیکیورٹی کیمروں کی ریکارڈنگ ہاشم مبین کو ایک لمبے عرصے کے لیے جیل میں رکھنے کے لیے کافی تھی۔
ابتدائی غصے اور اشتعال کے دورے کے بعد بالآخر ہاشم فیملی نے واقعے کی سنگینی کو محسوس کرنا شروع کردیا' مگر مسئلہ یہ ہو رہا تھا کہ سکندر فیملی کسی قسم کی لچک دکھانے پر تیار نہیں تھی۔
فجر تک وہاں بیٹھے رہنے کے بعد بھی مسئلے کا کوئی حل نہیں نکلا اور وہ بالآخر گھر واپس آگئے۔
وہ واپسی پر سارے راستے سکندر کو کیس واپس لینے پر قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا' اور اس میں ناکام رہا تھا۔ سکندر اب اس معاملے میں اپنے بھائیوں کو شامل کرنے کے بعد سب کچھ اتنے آرام سے ختم کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔

وہ شاہنواز کے گھر آنے سے پہلے اپنے گھر سے' اپنے اور امامہ کے کچھ کپڑے لے آیا تھا۔ شاہنواز کے گھر گیسٹ روم میں داخل ہوتے ہی امامہ نے اس سے پوچھا تھا۔
"ابو اور بھائی ریلیز ہوگئے؟" اس کا دماغ گھوم گیا تھا' تو واحد چیز جس کی اسے پروا تھی وہ صرف اتنی تھی کہ اس کے باپ اور بھائی رہا ہو جائیں۔ اس کا زخم کیسا تھا؟ اس کی طبیعت ٹھیک تھی؟ اسے ان میں سے جیسے کسی بات میں دلچسپی ہی نہیں تھی۔
"نہیں۔ اور ہوں گے بھی نہیں۔" وہ بے حد خفگی سے کہتے ہوئے کپڑے تبدیل کرنے کے لیے واش روم میں

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گیا تھا۔ پین کلرز لینے کے باوجود اس وقت تک جاگتے رہنے کی وجہ سے اس کی حالت واقعی خراب تھی اور رہی سہی کسر امامہ کی عدم توجہی نے پوری کردی تھی۔

"وہ پولیس اسٹیشن میں ہیں؟" اس کے واش روم سے نکلتے ہی اس نے سرخ سوجی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس سے پوچھا تھا۔ وہ جواب دیے بغیر بیڈ پر کروٹ کے بل لیٹ گیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔

وہ اٹھ کر اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"کیس واپس لے لو سالار..... انہیں معاف کردو۔" اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے ملتجیانہ انداز میں اس سے کہا۔ سالار نے آنکھیں کھول دیں۔

"امامہ! میں اس وقت سونا چاہتا ہوں' تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"میرے ابو کی کتنی عزت ہے شہر میں' وہ وہاں کیسے ہوں گے اور کیسے برداشت کررہے ہوں گے یہ سب کچھ ـــ" وہ رونے لگی تھی۔

"عزت صرف تمہارے ابو کی ہے؟ میری' میرے باپ' میری فیملی کی کوئی عزت نہیں ہے؟"

وہ بے ساختہ کہہ گیا تھا۔ وہ سر جھکائے ہونٹ کاٹتے ہوئے روتی رہی۔

"یہ سب میرا قصور ہے' میری وجہ سے ہوا ہے یہ سب کچھ' مجھے تم سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"تمہارے پاس ہر چیز کی وجہ صرف شادی ہے۔ تم مجھ سے شادی کرکے جہنم میں آگئی ہو' شادی نہ ہوئی ہوتی تو جنت میں ہوتیں تم؟ ہے نا۔" وہ بری طرح برہم ہوا تھا۔

"میں تمہیں تو الزام نہیں دے رہی' میں تو....." اس نے خائف ہوتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"Show me some loyalty Imama"

(کچھ میرے ساتھ بھی وفاداری کا مظاہرہ کرو)..... ویسی وفاداری جیسی تم اپنے باپ اور بھائیوں کے لیے دکھا رہی ہو۔" وہ بول نہیں سکی تھی۔ اس نے جیسے اسے جوتا کھینچ مارا تھا' اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا وہ اسے کبھی اتنی ہرٹ کرنے والی بات کہہ سکتا تھا لیکن وہ اسے کہہ رہا تھا۔ وہ ایک لفظ کہے بغیر اس کے بستر سے اٹھ گئی۔ سالار نے اس کو روکنے کے بجائے آنکھیں بند کرلی تھیں۔

دوبارہ اس کی آنکھ دوپہر ساڑھے بارہ بجے کندھے میں ہونے والی تکلیف کی وجہ سے کھلی تھی۔ اسے ٹمپریچر بھی ہو رہا تھا۔ کندھے کو حرکت دینا مشکل ہو رہا تھا اور بستر سے اٹھتے ہی اس کی نظر امامہ پر پڑی تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ رکے بغیر اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔

نہا کر تیار ہونے کے بعد وہ باہر نکلا اور امامہ سے کوئی بات کیے بغیر وہ بیڈ روم سے چلا گیا۔ اسے اپنا آپ وہاں اجنبی لگنے لگا تھا۔ وہ واحد شخص تھا جو اس کی سپورٹ تھا اور وہ بھی اس سے برگشتہ ہو رہا تھا۔

"میں کیس واپس لے رہا ہوں۔" لنچ ٹیبل پر بیٹھے اس نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔ پورے ٹیبل پر ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ وہاں سکندر کے ساتھ ساتھ شاہنواز اور ان کی فیملی بھی تھی۔

"میں نے اس پورے معاملے کے بارے میں سوچا ہے اور....."

طیبہ نے بے حد تلخی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

"تم سوچنا کب کا چھوڑ چکے ہو' یہ تمہاری بیوی کی پڑھائی ہوئی پٹی ہوگی۔"

"ممی! امامہ کو اس پوری equation میں سے نکال دیں۔"

"اچھا..... تو پھر تم اسے طلاق دے دو' یہ سارا معاملہ ہی ختم ہو جائے گا۔"

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا کانٹا رکھ دیا۔
"یہ میں نہیں کر سکتا اور یہ میں کبھی نہیں کروں گا۔"
"تو پھر ہم بھی وہ نہیں کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ امامہ کا باپ اور بھائی جیل میں ہی رہیں گے۔" طیبہ نے بھی
کے انداز میں کہا۔
"تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ یہ سارا معاملہ کتنا بڑھ چکا ہے۔ کیس واپس لینے کا مطلب ان کو شہ دینا ہے۔ تم
فیملی کو خطرے میں ڈال رہے ہو۔" شاہنواز نے مداخلت کی۔
"رسک تو کیس چلنے کی صورت میں بھی ہو گا' بلکہ زیادہ ہو گا۔ یہ کیس تو مسئلہ حل نہیں کرے گا۔"
وہ جانتا تھا جو کچھ وہ کہہ رہا تھا' اس سے پوری فیملی کی کتنی لعنت ملامت اسے ملنے والی تھی۔ وہ سب کچھ اس
لیے غیر متوقع نہیں تھا۔ وہ امامہ کو خوش کر سکتا تھا یا اپنی فیملی کو اور اپنی فیملی کو ناخوش کرنا اس کے لیے بہتر تھا۔
وہ اندر کمرے میں بیٹھی باہر سے آنے والی آوازیں سن رہی تھی لیکن اب وہ لوگ کیا کہہ رہے تھے' وہ سمجھ
پا رہی تھی۔ ملازم بالآخر اسے کھانے کے لیے پوچھنے آیا اور وہ شدید بھوک کے باوجود نہیں گئی۔ وہ لنچ ٹیبل پر
نے کی اس وقت ہمت ہی نہیں رکھتی تھی' اس سے بھوکا مرنا زیادہ بہتر تھا۔
وہ رات کے نو بجے تک اسی طرح کمرے میں بیٹھی رہی۔ سالار کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ کوئی کال' کوئی میسج
ں۔ وہ صوفے پر بیٹھی تھکن کے عالم میں کب سو گئی' اسے اندازہ نہیں ہوا۔
رات گئے اس کی آنکھ سالار کے کندھا ہلانے پر کھلی تھی۔ وہ ہڑبڑا گئی تھی۔
"اٹھ جاؤ' ہمیں جانا ہے۔" وہ کمرے سے اپنی چیزیں سمیٹ رہا تھا۔
وہ کچھ دیر بیٹھی اپنی آنکھیں رگڑتی رہی۔
"کیس واپس لے لیا ہے میں نے' تمہاری فیملی ریلیز ہو گئی ہے۔" وہ تھکی تھی۔
وہ بیگ کی زپ بند کر رہا تھا۔ کسی نے جیسے امامہ کے کندھوں سے منوں بوجھ ہٹایا تھا۔ اس کے چہرے پر آنے
والا اطمینان وہ بھی نوٹس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔
اس کے پیچھے باہر لاؤنج میں آتے ہوئے اس نے ماحول میں موجود تناؤ اور کشیدگی محسوس کی تھی۔ شاہنواز اور
سکندر دونوں بے حد سنجیدہ تھے اور طیبہ کے ماتھے پر شکنیں تھیں۔ وہ نروس ہوئی تھی۔ وہاں سے رخصت ہوتے
ئے اس نے صرف اپنے لیے نہیں' شاہنواز کے رویے میں سالار کے لیے بھی سرد مہری محسوس کی تھی۔
وہ سالار کے ساتھ جس گاڑی میں تھی اسے ڈرائیور چلا رہا تھا۔ سکندر اور طیبہ دوسری گاڑی میں تھے۔ سالار
ارا راستہ کھڑکی سے باہر دیکھتا کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ وہ وقفے وقفے سے اسے دیکھنے کے باوجود اسے مخاطب
نے کی ہمت نہیں کر سکی تھی۔
گھر پہنچنے کے بعد بھی سب کی خاموشی اور سرد مہری ویسی ہی تھی۔ سالار' سکندر اور طیبہ کے ساتھ لاؤنج میں
گیا اور وہ کمرے میں چلی آئی تھی۔
آدھے گھنٹے کے بعد ملازم اسے کھانے پر بلانے آیا تھا۔
"تم مجھے یہیں پر کھانا دے دو۔" بھوک اس قدر شدید تھی کہ اس بار وہ کھانے سے انکار نہیں کر سکی۔ ملازم کی
ی دو منٹ بعد ہی ہو گئی تھی۔
"سالار صاحب کہہ رہے ہیں' آپ باہر سب کے ساتھ آ کر کھانا کھائیں۔"
وہ کچھ دیر بیٹھی رہی' یہ بلاوا کچھ غیر متوقع تھا۔ ٹیبل پر سکندر' طیبہ اور گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ بیٹھ کر

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کھانا کھانا اس وقت بہت مشکل تھا۔ وہ کھانا اندر لانے کے لیے نہ کہہ چکی ہوتی تو اس وقت بھوک نہ ہونے کا بہانا کر دیتی لیکن اب یہ مشکل تھا۔

ہمت کرتے ہوئے جب وہ بالآخر ڈائننگ روم میں آئی تو سب ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کامران کی بیوی زوبیا' طیبہ سے کچھ بات کر رہی تھی' اس کی آمد پر کوئی خاص رد عمل نہیں ہوا۔ صرف سالار اپنی پلیٹ میں کچھ ڈالے بغیر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے بیٹھنے پر اسی نے اس سے پوچھتے ہوئے چاول کی ڈش اس کی طرف بڑھائی تھی اور پھر کھانے کے دوران وہ بغیر پوچھے کچھ نہ کچھ اس کی طرف بڑھاتا گیا۔ وہ ٹیبل پر ہونے والی بات چیت خاموشی سے سنتی رہی اور شکر ادا کرتی رہی کہ وہ اس سے متعلقہ نہیں تھی۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایشو اب اس لیے زیر بحث نہیں تھا کیونکہ وہ پہلے ہی اس حوالے سے ان سب کی لعنت و ملامت سمیٹ چکا تھا۔

ماحول آہستہ آہستہ نارمل ہو رہا تھا۔ طوفان گزرنے کے بعد اب اس کے اثرات بھی معدوم ہونے لگے تھے۔

وہ کھانے کے بعد بیڈ روم میں سالار کے ساتھ ہی آئی۔ وہ ایک بار پھر بات چیت کیے بغیر بیڈ پر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ وہ اندھیرے میں کچھ دیر بستر پر بیٹھی رہی' پھر اس نے جیسے مصالحت کی پہلی کوشش کی۔

"سالار!" آنکھیں بند کیے اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس کا جواب دے یا نہ دے۔

"سالار!"

"بولو۔" بالآخر اس نے کہا۔

"زخم گہرا تو نہیں تھا؟" نرم آواز سے اس نے پوچھا۔

"کون سا والا؟" ٹھنڈے لہجے میں کیا ہوا سوال اسے لاجواب کر گیا تھا۔

"تمہیں درد تو نہیں ہو رہا؟" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے سوال بدلا تھا۔

"اگر ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا زخم ہے۔ میرا درد ہے۔"

اب جواب نے اسے لاجواب کیا تھا۔

"بخار ہو رہا ہے تمہیں کیا؟" اس کا ہاتھ کندھے سے ہٹ کر پیشانی پر گیا تھا۔ بات بدلنے کے لیے وہ اور کیا کرتی۔ اس کا ہاتھ پیشانی سے ہٹاتے ہوئے سالار نے اسی ہاتھ سے سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کیا۔

"امامہ! تم وہ کیوں نہیں پوچھتیں' جو پوچھنا چاہتی ہو۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس نے کہا تھا۔ وہ چند لمحے اسے کچھ بے بسی سے دیکھتی رہی' پھر اس نے جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"ابو سے کیا بات ہوئی تمہاری؟"

"وہ بتاؤں جو میں نے ان سے کہا یا وہ جو انہوں نے مجھ سے؟" انداز اب بھی تیکھا تھا۔

"انہوں نے کیا کہا تم سے؟" اس نے جواب میں ہاشم مبین کی گالیوں کو بے حد ہلنٹ انداز میں انگلش میں ٹرانسلیٹ کیا تھا۔ امامہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں گالیوں کا نہیں پوچھ رہی' انہوں نے ویسے کیا کہا تھا تم سے؟"

اس نے کچھ خفگی اور سرخ چہرے کے ساتھ اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"اوہ! سوری' ان کی گفتگو میں ستر فیصد گالیاں تھیں' اگر میں بہت مختصر بھی کروں تو بھی کتنا ایڈٹ کر سکتا ہوں۔ بہرحال باقی باتوں میں انہوں نے مجھے کہا کہ میں سور ہوں' لیکن کتے کی موت مروں گا اور جو کچھ میں نے ان کی بیٹی کے ساتھ کیا ہے' وہ میری بیٹی اور بہن کے ساتھ ہو۔ اس کے لیے وہ خصوصی طور پر دعا یا بددعا فرمائیں گے۔ تمہارے لیے بھی ان کے کچھ پیغام ہیں لیکن وہ اس قابل نہیں ہیں کہ میں تمہیں دوں۔ یہ تھی ان کی گفتگو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ نم آنکھوں کے ساتھ گنگ بیٹھی اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔
وہ اپ سیٹ تھا اس کا اندازہ لگانا آسان تھا لیکن وہ کتنا ہرٹ ہوا تھا' یہ بتانا مشکل تھا۔
"انہوں نے تم سے ایکسکیوز نہیں کی؟" بھرائی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا تھا۔
"کی تھی انہوں نے' انہیں بڑا افسوس تھا کہ ان کے پاس اس وقت کوئی پسٹل کیوں نہیں تھا یا کوئی اچھا والا چاقو' کیونکہ وہ مجھے صحیح سلامت دیکھ کر بے حد ناخوش تھے۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔
"پھر تم نے کیس کیوں ختم کیا؟"
"تمہارے لیے کیا۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔ وہ سر جھکا کر رونے لگی تھی۔
"میں تم سے اور تمہاری فیملی سے کتنی شرمندہ ہوں' میں نہیں بتا سکتی تمہیں۔۔۔ اس سے تو اچھا تھا کہ وہ مجھے مار دیتے۔"
"میں نے تم سے کوئی شکایت کی ہے؟" وہ سنجیدہ تھا۔
"نہیں' لیکن تم مجھ سے ٹھیک سے بات نہیں کر رہے' کوئی بھی نہیں کر رہا۔"
"میں کل رات سے خوار ہو رہا ہوں' پریشان تھا۔ مجھے تو تم رہنے دو' مجھے تم سے اس حوالے سے کوئی شکایت نہیں ہے' لیکن جہاں تک میری فیملی کا تعلق ہے تو تھوڑا بہت تو ری ایکٹ کریں گے۔
وہ That's but natural۔۔۔ (یہ فطری بات ہے) دو چار ہفتے گزریں گے' سب ٹھیک ہو جائیں گے۔" اس نے رسانیت سے کہا تھا۔
امامہ نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا' وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
"میری کوئی عزت نہیں کرتا۔۔۔"
سالار نے اس کی بات کاٹ دی۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ کسی نے تم سے کچھ کہا؟ پاپا نے؟ ممی نے یا کسی اور نے؟"
"کسی نے کچھ نہیں کہا لیکن۔۔۔"
سالار نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔ "اور کوئی کچھ کہے گا بھی نہیں تم سے' جس دن کوئی تم سے کچھ کہے' تم تب کہنا کہ تمہاری کوئی عزت نہیں کرتا۔" وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھا۔
"میں تمہیں کبھی اپنے باپ کے گھر میں بھی لے کر نہ آتا اگر مجھے یہ خدشہ ہوتا کہ یہاں تمہیں عزت نہیں ملے گی۔ تم سے شادی جیسے بھی ہوئی ہے' تم میری بیوی ہو اور ہمارے سرکل میں کوئی ایسا نہیں ہے جسے یہ پتا نہیں ہے۔ اب یہ رونا دھونا بند کر دو۔"
اس نے قدرے جھڑکنے والے انداز میں اس سے کہا۔
"ساڑھے چھ بجے کی فلائٹ ہے۔۔۔ سو جاؤ اب۔" اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔
وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ وہ اسے بتا نہیں سکتی تھی کہ اس نے ڈیڑھ دن میں جان لیا تھا کہ وہ دنیا میں کتنی محفوظ اور غیر محفوظ تھی۔ اس کے پاؤں کے نیچے زمین اس کے وجود کی وجہ سے تھی۔ اس کے سر پر سایہ دینے والا آسمان بھی اسی کی وجہ سے تھا۔ اس کا نام اس کے نام سے ہٹ جاتا تو دنیا میں کوئی اور اس کے لیے کھڑا ہونے والا نہیں تھا۔

زندگی میں اس سے کوئی رشتہ نہ ہونے کے باوجود' وہ ہمیشہ اس کی مدد اور سہارے کے لیے محتاج رہی تھی اور اس تعلق کے بعد یہ محتاجی بہت بڑھ گئی تھی۔ کچھ بھی کہے بغیر وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گئی تھی یہ پرواہ کیے

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بغیر کہ اس کے سر رکھنے سے اس کے کندھے میں تکلیف ہو سکتی ہے۔ وہ جانتی تھی، وہ اسے کبھی نہیں ہٹائے گا اور سالار نے اسے نہیں ہٹایا تھا۔ بازو اس کے گرد حمائل کرتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے لائٹ آف کر دی۔

"ممی ٹھیک کہتی ہیں۔" اس کے سینے پر سر رکھے اس نے سالار کو بڑبڑاتے سنا۔

"کیا؟" وہ چونکی تھی۔

"تم نے مجھ پر جادو کیا ہوا ہے۔" وہ ہنس پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس واقعے کے بعد اگلے چند ہفتے وہ لاہور میں بھی کچھ محتاط رہے، لیکن آہستہ آہستہ جیسے ہر ڈر، خوف ختم ہونے لگا۔ امامہ کی فیملی کی طرف سے اس بار اس طرح کی دھمکیاں بھی نہیں ملی تھیں، جیسی امامہ کے گھر سے چلے جانے پر سکندر کی فیملی کو ملتی رہی تھیں۔ فوری اشتعال میں آکر ہاشم اور ان کے بیٹے ان پر حملہ کرنے کی غلطی تو کر بیٹھے تھے، لیکن بہت جلد ہی انہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ امامہ کو زبردستی واپس لے جانا اب ان کے مسائل کو بڑھا سکتا تھا، کم نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جھوٹ جو امامہ کے حوالے سے انہوں نے اپنے حلقہ احباب میں بول رکھے تھے، ان کے کھل جانے کا مطلب رسوائی اور جگ ہنسائی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ ایک پردہ پڑا ہوا تھا، اسے پڑا رہنے دینا زیادہ سمجھ داری تھی۔ ان کا واسطہ سکندر جیسی فیملی سے نہ پڑتا تو وہ اس معاملے پر اپنی انا کو اتنا نیچے نہ لاتے، لیکن یہاں اب مجبوری تھی۔

پولیس اسٹیشن میں تصفیہ کے دوران سکندر نے ہاشم مبین کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ سالار اور امامہ کو کسی بھی طرح پہنچنے والے نقصان کی ذمہ داری وہ ہاشم کے خاندان کے علاوہ کسی دوسرے پر نہیں ڈالیں گے۔ عام حالات میں ہاشم اس بات پر مشتعل ہوتے لیکن ایک رات حوالات سے نکلنے کے لیے ہر طرح کے اثر و رسوخ استعمال کر کے ناکام ہونے کے بعد ان کا جوش، ہوش میں تبدیل ہونے لگا تھا۔

جہاں تک سالار اور امامہ کا تعلق تھا، ان کے لیے یہ سب کچھ blessing in disguise تھا۔ (شر میں سے خیر) وہ خدشات جن کا شکار وہ اسلام آباد میں قیام کے دوران ہوتے تھے، وہ آہستہ آہستہ غائب ہونے لگے تھے اور یہ خاص طور پر امامہ کے لیے معجزے سے کم نہیں تھا۔ اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ وہ کبھی اتنی آزادی کے ساتھ رہ سکے گی۔

سالار نے ٹھیک کہا تھا۔ چند ہفتوں میں اس کی فیملی کا رویہ پھر پہلے جیسا ہی ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ طیبہ کی تلخی بھی ختم ہو گئی تھی اور اس میں زیادہ ہاتھ امامہ کا ہی تھا۔ وہ فطرتاً "صلح جو اور فرمانبردار تھی، رہی سہی کسر اس کے حالات نے پوری کر دی تھی۔ پیچھے میکہ ہوتا تو شاید کوئی بات بری لگنے پر وہ بھی اسی طرح موڈ آف کرتی جس طرح سکندر کی دوسری بہوئیں کبھی کبھار کرتی تھیں، مگر پیچھے بیگیج کے سوا کچھ نہیں تھا اور احسان مند ہونے کے لیے اتنا بھی بہت تھا کہ وہ اس شخص کی فیملی تھی جو اسے سر پر اٹھائے پھرتا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کوئی وسیم ہاشم صاحب ملنا چاہ رہے ہیں آپ سے؟" اپنے آفس کی کرسی میں جھولتا سالار کچھ دیر کے لیے ساکت ہو گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کہاں سے آئے ہیں؟" اس نے ایک لمحہ میں اپنے کانٹیکٹس کی لسٹ کھنگالی تھی اور وہاں صرف ایک وسیم ہاشم تھا۔

"اسلام آباد سے... کہہ رہے ہیں کہ آپ کے دوست ہیں۔" رسیپشنسٹ نے مزید بتایا۔

"بھیج دو۔" اس نے انٹرکام رکھ دیا اور خود سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آج کے دن وہ ایسے کسی وزٹ کے لیے تیار نہیں تھا... وسیم کے وہاں آنے کا مقصد کیا تھا۔ دونوں خاندانوں کے درمیان ہونے والے جھگڑے کو چند ہفتے گزر چکے تھے۔

وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر اپنی کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا تب ہی وسیم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دونوں ساکت ہوئے تھے پھر سالار نے ہاتھ بڑھایا۔ وسیم نے بھی ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد ان دونوں کے درمیان ہونے والی وہ پہلی ملاقات تھی۔

"کیا لو گے؟ چائے کافی؟" سالار نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں... میں صرف چند منٹ کے لیے آیا ہوں۔" وسیم نے جواباً کہا۔ وہ دونوں کسی زمانے میں بہت گہرے دوست تھے لیکن اس وقت ان کو اپنے درمیان موجود تکلف کی دیوار کو ختم کرنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

سالار نے دوبارہ کچھ پوچھنے کے بجائے انٹرکام اٹھا کر چائے کا آرڈر دے دیا۔

"امامہ کیسی ہے؟" اس کے ریسیور رکھتے ہی وسیم نے پوچھا۔

"شی از فائن۔" سالار نے نارمل انداز میں جواب دیا۔

"میں اس سے ملنا چاہتا تھا ایڈریس تھا میرے پاس تمہارے گھر کا لیکن میں نے سوچا پہلے تم سے پوچھ لوں۔" وسیم نے بے حد جتانے والے انداز میں کہا۔

"ظاہر ہے، تمہیں یہ پتا چل سکتا ہے کہ میں کہاں کام کر رہا ہوں تو ہوم ایڈریس جاننا زیادہ مشکل تو نہیں ہے۔" سالار نے بے حد معمول کے لہجے میں اس سے کہا۔

"میں ملنا چاہتا ہوں اس سے۔" وسیم نے کہا۔

"مناسب تو شاید نہ لگے لیکن پھر بھی پوچھوں گا تم سے... کس لیے۔" سالار نے جواباً بڑے فرینک انداز میں کہا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے میرے پاس۔" وسیم نے جواباً کہا۔ "اس دن ریسٹورنٹ میں جو چٹ..."

"وہ تم نے بھیجی تھی میں جانتا ہوں۔" سالار نے اس کی بات کاٹی تھی، وسیم ایک لمحہ کے لیے بول نہیں سکا پھر اس نے کہا۔

"تم نے اور امامہ نے جو کچھ کیا، وہ بہت غلط کیا۔" وسیم چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولنے لگا تھا۔ سالار نے اس کی گفتگو میں مداخلت نہیں کی تھی۔

"لیکن اب جو بھی ہوا، وہ ہو چکا۔ میں امامہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری فیملی کو پتا ہے؟" سالار نے پوچھا۔

"نہیں، انہیں پتا چلے گا تو وہ مجھے بھی گھر سے نکال دیں گے۔" سالار اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ وہ اس کا سچ اور جھوٹ نہیں جانچ سکتا تھا۔ اس کی نیت کیا تھی۔ وہ یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ اور امامہ ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ وہ یہ ضرور جانتا تھا... شاید یہی وجہ تھی کہ اس رات وسیم نے اسے امامہ کے ساتھ دیکھ کر اسے باپ

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھائی کے دیکھے جانے سے پہلے متنبہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن سالار کے لیے پھر بھی یہ مشکل تھا کہ وہ اسے امامہ سے ملنے کی اجازت دے دیتا۔ اس میل جول کا پتا چلنے پر امامہ کی فیملی کے لیے اسے نقصان پہنچانا بہت آسان ہو جاتا۔ وہ اگر اس کے اپارٹمنٹ تک پہنچ سکتے تھے تو وہاں سے امامہ کو کہیں اور لے جانا بھی مشکل نہیں تھا۔ وہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ وسیم کسی غلط ارادے سے اس کے پاس نہیں آیا تھا لیکن وہ پھر بھی رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"وسیم! میں نہیں سمجھتا کہ اب اس کا کوئی فائدہ ہے۔" اس نے بالآخر بہت صاف الفاظ میں اس سے کہا۔ "امامہ میرے ساتھ خوش ہے۔ اپنی زندگی میں سیٹلڈ ہے... میں نہیں چاہتا' وہ اپ سیٹ ہو یا اسے کوئی نقصان پہنچے۔"

"میں نہ تو اس کو اپ سیٹ کرنا چاہتا ہوں نہ ہی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں بس کبھی کبھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" وسیم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کچھ بے تابی سے کہا۔

"میں اس پر سوچوں گا وسیم! لیکن یہ بڑا مشکل ہے... میں نہیں چاہتا کہ تمہیں استعمال کر کے کوئی..." وسیم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں بھی نہیں چاہتا کہ اس کو کوئی نقصان پہنچے۔ ایسی کوئی خواہش ہوتی تو اتنے سالوں میں تم سے پہلے رابطہ کرتا۔ میں جانتا تھا' وہ تم سے شادی کر کے گھر سے گئی ہے۔ تم انوالوڈ تھے پورے معاملے میں لیکن میں نے اپنی فیملی کو کبھی یہ نہیں بتایا۔"

سالار ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا پھر اس نے کہا۔ "وہ اتنے عرصے سے میرے ساتھ نہیں تھی۔"

"نہیں ہوگی... لیکن وہ تم سے شادی کر کے گئی تھی۔ یہ میں جانتا تھا۔" اس کا لہجہ حتمی تھا۔

سالار اسے دیکھ کر رہ گیا۔ ان کے دوستوں کا سرکل تقریباً" ایک ہی تھا اور اس میں اگر کسی نے امامہ اور اس کی شادی کے حوالے سے کچھ حقیقی اطلاعات وسیم کو دے دی تھیں تو یہ کوئی اتنی حیرت انگیز بات نہیں تھی۔

"میں سوچوں گا وسیم!" سالار نے بحث کرنے کے بجائے پھر وہی جملہ دہرایا' وسیم مایوس ہوا تھا۔

"میں دو دن کے لیے ہوں لاہور میں... اور یہ میرا کارڈ ہے... میں اس سے واقعی ملنا چاہتا ہوں۔" وسیم نے مزید کچھ کہے بغیر جیب سے ایک کارڈ نکال کر ٹیبل پر اس کے سامنے رکھ دیا۔

اس رات وہ خلاف معمول کچھ زیادہ خاموش تھا۔ یہ امامہ نے نوٹس کیا تھا لیکن اسے وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے ہمیشہ کی طرح آفس میں کام کے پریشر کو ذمہ دار گردانا تھا۔

وہ کھانے کے بعد کام کرنے کے لیے معمول کے مطابق اسٹڈی میں جانے کے بجائے اس کے پاس لاؤنج کے صوفہ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ دونوں کے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا پھر وہ بھی ٹی وی دیکھنے لگا۔ پانچ دس منٹ کی خاموشی کے بعد امامہ نے بالآخر ایک گہرا سانس لے کر اسے کہتے سنا۔

"امامہ! اگر تم وعدہ کرو کہ تم خاموشی سے' تحمل سے میری بات سنو گی... آنسو بہائے بغیر... تو مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"

وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"کیا کہنا ہے؟" وہ کچھ حیران تھی۔

"وسیم تم سے ملنا چاہتا ہے۔" اس نے بلا تمہید کہا۔ وہ ہل نہیں سکی۔

"وسیم... میرا بھائی؟" امامہ نے بالآخر کہا۔ اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ سالار نے سر ہلایا پھر وہ اسے اپنی اور اس کی آج کی ملاقات کی تفصیلات بتانے لگا تھا۔ اور ان تفصیلات کے دوران "برسات" شروع ہو چکی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سالار نے بے حد تحمل کا مظاہرہ کیا۔ تحمل کے علاوہ وہ اور کس چیز کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔

"تم نے کیوں اسے یہاں آنے نہیں دیا؟ تم اسے ساتھ لے کر آتے۔" اس نے ہچکیوں اور سسکیوں کے ساتھ روتے ہوئے گفتگو کے درمیان میں ہی اس کی بات کاٹی۔

"مجھے پتا تھا' وسیم مجھے معاف کر دے گا۔ وہ بھی مجھے اتنا ہی مس کرتا ہو گا جتنا میں اسے کرتی ہوں۔ میں تم سے کہتی تھی نا کہ وہ۔۔۔" سالار نے اس کی بات کاٹی۔

"جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے امامہ! میں نہیں جانتا' وہ کیوں ملنا چاہتا ہے تم سے۔۔۔ لیکن اس کے تمہارے ساتھ ملنے کے بڑے نقصان دہ نتائج بھی ہو سکتے ہیں۔" سالار اس کے آنسوؤں سے متاثر ہوئے بغیر بولا تھا۔ وہ وسیم کے حوالے سے واقعی کچھ خدشات کا شکار تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ مجھے پتا ہے' کچھ نہیں ہو گا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ تم اسے فون کر کے ابھی بلا لو۔"

"میں کل اسے بلواؤں گا لیکن وہ اگر کبھی اکیلے یہاں آنا چاہے یا تمہیں کہیں بلائے تو تم نہیں جاؤ گی۔" سالار نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اور میں ایک بار پھر دہرا رہا ہوں۔۔۔ نہ وہ یہاں اکیلا آئے گا نہ تم اس کے فون کرنے پر کہیں جاؤ گی۔" سالار نے بڑی سختی سے اسے تاکید کی تھی۔

"میں اس کے بلانے پر کہیں نہیں جاؤں گی' لیکن اس کے یہاں آنے پر کیوں اعتراض ہے تمہیں؟" اس نے احتجاج کیا۔

"وہ میرے گھر پر ہوتے ہوئے آئے' مجھے کوئی اعتراض نہیں' لیکن وہ اکیلا یہاں نہ آئے۔ وہ تو خیر میں نیچے سیکیورٹی والوں کو بھی بتا دوں گا۔"

"وہ میرا بھائی ہے سالار!" امامہ کو بے عزتی محسوس ہوئی۔

"جانتا ہوں' اسی لیے تم سے یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں۔ میں تمہارے حوالے سے اس پر یا کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔"

"لیکن۔۔۔"

"تم مجھے صرف یہ بتاؤ تمہیں اس سے ملنا ہے یا نہیں۔۔۔ اگر تمہیں بحث کرنی ہے اس ایشو پر۔۔۔ تو بہتر ہے وسیم آئے ہی نہ۔" سالار نے اسے جملہ مکمل نہیں کرنے دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اسے اکیلے نہیں بلاؤں گی یہاں۔" اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے فوراً" سے پیشتر گھٹنے ٹیکے تھے۔

"مجھے اس سے فون پر بات کرنی ہے۔" سالار نے کچھ کہنے کے بجائے وسیم کا وزیٹنگ کارڈ لا کر اسے دے دیا۔ وہ خود اسٹڈی میں چلا گیا تھا۔

چند بار بیل ہونے پر وسیم نے فون اٹھایا تھا اور اس کی آواز سننے پر امامہ کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا لگا تھا۔

"ہیلو۔۔۔ میں امامہ ہوں۔"

وسیم دوسری طرف کچھ دیر بول نہیں سکا تھا اور پھر جب بولنے کے قابل ہوا' تب تک اس کی آواز بھی بھرانے لگی تھی۔ وہ دو گھنٹے ایک دوسرے کے ساتھ بات کرتے رہے تھے۔ بے ہنگم' بے ربط۔۔۔ بے مقصد۔ خاموشی کے لمبے وقفوں والی گفتگو۔۔۔ لیکن اس گفتگو میں کوئی گلے شکوے نہیں ہوئے تھے۔ کوئی ملامت' مذمت نہیں ہوئی تھی۔ وقت اب اتنا آگے آ گیا تھا کہ یہ سب کہنا بے کار تھا۔۔۔ وسیم شادی کر چکا تھا اور اس کے تین بچے تھے۔ فیملی میں اور بھی بہت سے افراد کا اضافہ ہو چکا تھا۔ وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ اضافے کی تفصیلات سنتی رہی۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سالار دو گھنٹے کے بعد اسٹڈی سے نکلا تھا اور وہ اس وقت بھی لاؤنج میں فون کان سے لگائے سرخ آنکھوں اور ناک کے ساتھ فون پر وسیم سے گفتگو میں مصروف تھی۔ وہ اس کے پاس سے گزر کر بیڈ روم میں گیا تھا اور اسے یقین تھا امامہ نے اسے ایک بار بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

وہ سونے کے لیے بیڈ پر لیٹنے کے بعد بھی بہت دیر تک اس نئی ڈیولپمنٹ (development) کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ پتا نہیں یہ ٹھیک ہو رہا تھا یا غلط۔ وہ امامہ کا کوئی دوسرا بھائی ہوتا تو وہ کبھی امامہ سے اس کا رابطہ نہ کرواتا لیکن وسیم کے حوالے سے وہ تحفظات رکھنے کے باوجود کسی حد تک کچھ نرم گوشہ رکھنے پر مجبور تھا۔ اگر اس کی فیملی کا ایک فرد بھی اس کے ساتھ کچھ رابطہ رکھتا تو وہ جانتا تھا کہ امامہ ذہنی طور پر بہت بہتر محسوس کرے گی۔ اپنے پیچھے اپنی فیملی کی عدم موجودگی کا جو احساس کمتری وہ لیے ہوئے تھی وہ اتنے مہینوں کے بعد کم از کم سالار سے ڈھکا چھپا نہیں تھا۔

وہ اس کا انتظار کرتے کرتے سو گیا تھا۔ فجر کی نماز کے لیے جب وہ مسجد جانے کے لیے اٹھا تو وہ اس وقت بھی بستر میں نہیں تھی۔ لاؤنج میں آتے ہی وہ کچھ دیر کے لیے ہل نہیں سکا تھا۔ وہاں کا انٹیریر راتوں رات بدل گیا تھا۔ فرنیچر کے بہت سے چھوٹے موٹے آئٹمز کی سیٹنگ تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ دیواروں پر کچھ نئی آرائشی اشیا بھی آگئی تھیں۔ صوفہ اور فلور کشنز کے کور بدلے جا چکے تھے اور کارپٹ پر چند نئے رگز (Rugs) بھی نظر آ رہے تھے اور وہ اس وقت کچن ایریا کے کاؤنٹر کے پار ایک اسٹول پر چڑھی کچن کیبنٹ کو اسفنج کے ساتھ رگڑنے میں مصروف تھی۔

"تم ساری رات یہ کرتی رہی ہو؟" سالار پانی پینے کے لیے کچن میں گیا تھا تو اس نے کچن کے فرش کو کیبنٹ سے نکالی گئی چیزوں سے بھرا ہوا دیکھا۔ اس کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔

"کیا؟" وہ اسی اطمینان سے کام میں مصروف بولی تھی۔

"تمہیں پتا ہے کیا کرتی رہی ہو تم!" سالار نے پانی کا گلاس خالی کرتے ہوئے کاؤنٹر پر رکھا اور باہر نکل گیا۔ بیرونی دروازے تک پہنچ کر وہ کسی خیال کے تحت واپس آیا تھا۔

"امامہ! آج سنڈے ہے اور میں ابھی مسجد سے آکر سوؤں گا۔۔۔ خبردار تم نے بیڈ روم کی صفائی اس وقت شروع کی۔"

"پھر میں کس وقت صفائی کروں گی۔ بیڈ روم کی۔۔۔ میں نے وسیم کو لنچ پر بلوایا ہے۔" امامہ نے پلٹ کر کہا۔ سالار کی چھٹی حس نے بروقت کام کیا تھا۔

"بیڈ روم کی صفائی کا وسیم کے لنچ سے کیا تعلق ہے؟" وہ حیران ہوا تھا۔ "تم نے اسے بیڈ روم میں بٹھانا ہے؟"

"نہیں، لیکن۔۔۔" وہ اٹکی تھی۔

"امامہ! بیڈ روم میں کچھ نہیں ہوگا۔ مجھے سونا ہے آکر ابھی۔" اس نے امامہ کو ایک بار پھر یاد دہانی کرائی تھی۔

"یہ سامان لاؤ نا مجھے سونے سے پہلے۔ کھانے کی تیاری کرنی ہے مجھے۔" امامہ نے کاؤنٹر پر پڑی ایک لسٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"میں فجر کی نماز پڑھنے جا رہا ہوں اور یہ سامان تمہیں سو کر اٹھنے کے بعد لا کر دوں گا۔" وہ لسٹ کو ہاتھ لگائے بغیر چلا گیا تھا۔

تمام خدشات کے باوجود واپسی پر اس نے اپنے بیڈ روم کو اسی حالت میں دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

اس نے دس بجے اس کی مطلوبہ اشیا لا کر دی تھیں۔ کچن تب تک کسی ہوٹل کے کچن کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ وہ پتا نہیں کون کون سی ڈشز بنانے میں مصروف تھی۔ وہ کم از کم 25 افراد کا کھانا تھا جو وہ اپنے بھائی کے لیے

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تیار کر رہی تھی۔ اور سالار کو یقین تھا کہ آدھے سے زیادہ کھانا انہیں بلڈنگ کے مختلف اپارٹمنٹس میں بھیجنا پڑے گا۔ لیکن امامہ اتنے جوش اور لگن سے ملازمہ کے ساتھ کچن میں مصروف تھی کہ سالار نے اسے کوئی نصیحت کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا انگلش لیگ کا کوئی میچ دیکھتا رہا۔

وسیم دو بجے آیا تھا اور دو بجے تک امامہ کو گھر میں کسی "مرد" کی موجودگی کا احساس تک نہیں تھا۔ وہ ملازمہ کے ساتھ کھانا تیار کرتے ہوئے اس سے اپنی فیملی کی باتوں میں مصروف تھی اس تازہ ترین اپ ڈیٹ کے ساتھ جو اسے رات کو وسیم سے ملی تھی۔ اس نے پہلی بار اسے ملازمہ کے ساتھ اتنے جوش و جذبہ سے بات کرتے ہوئے سنا تھا اور وہ حیران تھا۔ حیرانگی اس کیفیت کو اتنے موثر طریقے سے بیان نہیں کر پائی۔

وسیم کا استقبال اس نے سالار سے بھی پہلے دروازے پر کیا تھا۔ بہن اور بھائی کے درمیان ایک جذباتی سین ہوا تھا۔ جس میں سالار نے دونوں سے تسلی کے چند الفاظ کہہ کر کچھ کردار ادا کیا تھا۔

اس کے بعد ساڑھے چھ بجے وسیم کی موجودگی تک وہ ایک خاموش تماشائی کا رول ادا کرتا رہا تھا۔۔۔ وہ کھانے کی ٹیبل پر موجود ضرور تھا مگر اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا وہاں ہونا یا نہ ہونا برابر تھا۔ امامہ کو بھائی کے علاوہ کوئی اور نظر آ رہا تھا نہ کسی اور کا ہوش تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ٹیبل پر موجود ہر ڈش اپنے ہاتھوں سے وسیم کو کھلائے۔ اتنے مہینوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ امامہ نے کھانے کی ٹیبل پر اسے کچھ سرو نہیں کیا تھا۔ وہ اس کا بچپن کا دوست تھا لیکن یہ بھی پہلا موقع تھا کہ وہاں اس کے ہوتے ہوئے بھی وسیم اور اس کے درمیان صرف چند رسمی سے جملوں کا تبادلہ ہوا تھا پھر وہ امامہ آپس میں گفتگو کرتے رہے تھے۔

سالار نے اس دوپہر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے زندگی میں پہلی بار کسی مہمان کی موجودگی میں ٹی وی پر کھانا کھاتے ہوئے انگلش لیگ دیکھی۔۔۔ اور ٹیبل پر موجود دوسرے دونوں افراد اپنی باتوں میں مصروف رہے۔

ساڑھے چھ بجے اس کے جانے کے بعد سالار کی توقع کے مطابق بچا ہوا تقریباً "سارا کھانا ملازمہ، فرقان اور چند دوسرے گھروں میں بھیجا گیا۔

وہ عشا کی نماز پڑھ کر آیا تو وہ اس کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگا کر خود بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ وہ ویک اینڈ پر رات کا کھانا ہمیشہ باہر کھاتے تھے اور نہ بھی کھاتے تب بھی باہر ضرور جاتے تھے۔

اس نے پہلی بار امامہ کی گھر پر موجودگی کے باوجود اکیلے ڈنر کیا اور وہ بری طرح پچھتایا تھا وسیم کو امامہ سے ملنے کی اجازت دے کر۔

☼ ☼ ☼

"امامہ! یہ وسیم نامہ بند ہو سکتا ہے اب۔" وہ تیسرا دن تھا جب ڈنر پر بالآخر سالار کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ وہ تین دنوں سے مسلسل ناشتے ڈنر اور رات سونے سے پہلے صرف وسیم کی باتیں، بار بار سن رہا تھا۔ امامہ بری طرح وسیم پر فدا تھی، یہ سالار کو اندازہ تھا کہ وہ وسیم سے ملنے کے بعد خوش ہو گی لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کی خوشی اس انتہا کو پہنچے گی کہ خود اسے مسئلہ ہونا شروع ہو جائے گا۔

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"مطلب یہ کہ دنیا میں وسیم کے علاوہ بھی بہت سے لوگ ہیں جن کی تمہیں پرواہ کرنی چاہیے۔" سالار نے اسے ان ڈائریکٹ انداز میں کہا۔

"مثلاً" کون؟" اس نے جواباً" اتنی سنجیدگی سے پوچھا تھا کہ وہ کچھ بول نہیں سکا۔

"اور کون ہے جس کی مجھے پرواہ کرنی چاہیے؟" وہ اب بڑبڑاتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرے کہنے کا مطلب تھا کہ تم گھر پر توجہ دو اب!"

وہ اب اس کے علاوہ اور کیا کہتا۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ "مجھ" پر توجہ دو۔

"گھر کو کیا ہوا؟" وہ مزید حیران ہوئی۔ وہ اس بار مزید کوئی تاویل نہیں دے سکا تھا۔ گھر کو واقعی کچھ نہیں ہوا تھا۔

"تمہیں میرا وسیم کے بارے میں باتیں کرنا اچھا نہیں لگتا؟" اس نے یک دم جیسے کوئی اندازہ لگایا اور اس کے لہجے میں ایسی بے یقینی تھی کہ وہ "ہاں" نہیں کہہ سکا۔

"میں نے کب کہا کہ مجھے برا لگتا ہے۔ ویسے ہی کہہ رہا ہوں تمہیں۔" وہ بے ساختہ بات بدل گیا۔

"ہاں میں بھی سوچ رہی تھی تم کیسے یہ کہہ سکتے ہو' وہ تمہارا بیسٹ فرینڈ ہے۔" وہ یک دم مطمئن ہوئی۔

سالار اس سے یہ نہیں کہہ سکا کہ وہ اس کا بیسٹ فرینڈ ہے نہیں کبھی تھا۔

"تمہارے بارے میں بہت کچھ بتاتا تھا وہ۔"

سالار کھانا کھاتے کھاتے رکا۔ "میرے بارے میں کیا...؟"

"سب کچھ۔" وہ اسی روانی سے بولی۔

سالار کے پیٹ میں گرہیں سی پڑیں "سب کچھ کیا؟"

"مطلب جو بھی تم کرتے تھے۔"

سالار کی بھوک اڑی تھی۔

"مثلاً...؟" وہ پتا نہیں اپنے کن خدشات کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ سوچ میں پڑی۔

"جیسے تم جن سے ڈر گزیتے تھے ان کے بارے میں... اور جب تم لاہور میں اپنے کچھ دوسرے دوستوں کے ساتھ ریڈ لائٹ ایریا گئے تھے تو تب بھی۔"

وہ بات مکمل نہیں کر سکی۔ پانی پیتے ہوئے سالار کو اچھو لگا تھا۔

"تمہیں اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ میں..." سالار خود بھی اپنا سوال پورا نہیں دہرا سکا۔

"جب بھی جاتے تھے تو بتاتا تھا۔"

سالار کے منہ سے بے اختیار وسیم کے لیے زیر لب گالی نکلی تھی اور امامہ نے اس کے ہونٹوں کی حرکت کو پڑھا تھا۔ وہ بری طرح اپ سیٹ ہوئی۔

"تم نے اسے گالی دی ہے؟" اس نے جیسے شاکڈ ہو کر سالار سے کہا۔

"ہاں وہ سامنے ہوتا تو میں اس کی دو چار ہڈیاں بھی توڑ دیتا۔ وہ اپنی بہن سے یہ باتیں جا کر کرتا تھا۔ اور میری باتیں...

I can't imagine (میں تصور بھی نہیں کر سکتا) وہ واقعی بری طرح برہم ہوا تھا۔ "سب کچھ" کی دو جھلکیوں نے اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیے تھے۔ امامہ اس کے بارے میں کیا کچھ جانتی تھی اس کا صحیح اندازہ اسے آج ہوا تھا کیونکہ وسیم اس کے بے حد بے تکلف اور قریبی دوستوں میں سے تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کے کرتوت اپنی چھوٹی بہن کو جا کر بتا سکتا تھا۔

"تم میرے بھائی کو دوبارہ گالی مت دینا۔"

امامہ کا موڈ بھی آف ہو گیا تھا' وہ کھانے کے برتن سمیٹنے لگی تھی۔ سالار جواباً "کچھ کہنے کے بجائے بے حد خفگی سے کھانے کی میز سے اٹھ گیا تھا۔

یہ اس کی زندگی کے کچھ بے حد پریشان کن لمحوں میں سے ایک تھا۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ امامہ کو اس کی کسی بات پر یقین کرنا یا اسے اچھا سمجھنا کیوں اتنا مشکل تھا... وہ اس کی کیس ہسٹری کو اتنا تفصیلی اور اتنا قریب

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے نہ جانتی ہوتی تو اسے اپنی شادی شدہ زندگی میں ان مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑ رہا ہوتا جن کا سامنا وہ اب کر رہا تھا۔

وہ تقریباً" دو گھنٹے کے بعد بیڈ روم میں سونے کے لیے آئی تھی۔ وہ اس وقت معمول کے مطابق اپنی ای میلز چیک کرنے میں مصروف تھا۔ وہ خاموشی سے اپنے بیڈ پر آکر کمبل خود پر کھینچتے ہوئے لیٹ گئی تھی۔

سالار نے ای میل چیک کرتے گردن موڑ کر اسے دیکھا' اسے اسی رد عمل کی توقع تھی۔ وہ روز سونے سے پہلے کوئی ناول پڑھتی تھی اور کتاب پڑھنے کے دوران اس سے باتیں بھی کرتی تھی۔ یہ خاموشی اس دن ہوتی تھی جس دن وہ اس سے خفا ہوتی تھی۔ اس نے اپنا بیڈ سائیڈ ٹیبل لیمپ بھی آف کر لیا تھا۔

"میں نے وسیم کو ایسا کچھ نہیں کہا جس پر تم اس طرح ناراض ہو کر بیٹھو۔"

سالار نے مفاہمت کی کوششوں کا آغاز کیا۔ وہ اسی طرح کروٹ دوسری طرف لیے بے حس و حرکت لیٹی رہی۔

"امامہ! تم سے بات کر رہا ہوں میں۔" سالار نے کمبل کھینچا تھا۔

"تم اپنے چھوٹے بھائی عمار کو وہی گالی دے کر دکھاؤ۔" اس کے تیسری بار کمبل کھینچنے پر وہ بے حد خفگی سے اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے بولی۔

سالار نے بلا توقف وہی گالی عمار کو دی۔ چند لمحوں کے لیے امامہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیا کہے۔ اگر دنیا میں ڈھٹائی کی کوئی معراج تھی تو وہ وہ تھا۔

"میں پاپا کو بتاؤں گی۔" امامہ نے بالآخر سرخ چہرے اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم نے کہا تھا عمار کو گالی دینے کو۔" وہ ویسے ہی اطمینان سے بولا تھا۔ "ویسے تمہارے بھائی کو اس سے زیادہ خراب گالیاں میں اس کے منہ پر دے چکا ہوں اور اس نے کبھی مائنڈ نہیں کیا اور اگر تم چاہو تو اگلی بار جب وہ یہاں آئے گا تو میں تمہیں دکھا دوں گا۔"

وہ جیسے کرنٹ کھا کر اٹھ کر بیٹھی تھی۔

"تم وسیم کو یہاں میرے سامنے گالیاں دو گے؟" اسے بے حد رنج ہوا تھا۔

"جو کچھ اس نے کیا ہے' میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو اسے گالیاں ہی دیتا اور اس سے زیادہ بری۔" سالار نے لگی لپٹی کے بغیر کہا۔

"لیکن چلو آئی ایم سوری۔" وہ اس بار پھر اس کی شکل دیکھ کر رہ گئی تھی۔

سکندر عثمان ٹھیک کہتے تھے۔ ان کی وہ اولاد سمجھ میں نہ آنے والی چیز تھی۔

"لیکن پاپا! وہ میرا بڑا خیال رکھتا ہے۔۔۔ وہ میری ہر خواہش پوری کرتا ہے۔۔۔ میری تو کوئی بات نہیں ٹالتا۔"

اس نے ایک بار سکندر کے پوچھنے پر کہ وہ اس کا خیال رکھتا تھا کہ جواب میں سالار کی تعریف کی تھی۔

"امامہ! یہ جو تمہارا شوہر ہے' یہ دنیا میں اللہ نے صرف ایک پیس پیدا کیا تھا۔ تیس سال میں نے باپ کے طور پر جس طرح اس کے ساتھ گزارے ہیں' وہ میں ہی جانتا ہوں۔۔۔ اب باقی کی زندگی تمہیں گزارنی ہے اس کے ساتھ' یہ تمہارے سامنے بیٹھ کر تمہاری آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہے' اور تمہیں کبھی پتا نہیں چل سکتا۔ اس نے جو کرنا ہوتا ہے' وہ کرنا ہوتا ہے۔ چاہے ساری دنیا ختم ہو جائے اسے سمجھا سمجھا کر' اور کبھی اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ یہ تمہاری بات مان کر اپنی مرضی نہیں کرے گا۔"

سالار سر جھکائے مسکراتا باپ کی باتیں سنتا رہا تھا اور وہ کچھ الجھی نظروں سے باری باری اسے اور سکندر کو دیکھتی رہی تھی۔

"آہستہ آہستہ پتا چل جائے گا تمہیں کہ سالار چیز کیا ہے۔ یہ پانی میں آگ لگانے والی گفتگو کا ماہر ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سالار نے کسی ایک بات کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا تھا' سکندر کے پاس سے واپسی کے بعد امامہ نے سالار سے کہا۔

"تمہارا امپریشن بہت خراب ہے پاپا پر..... تمہیں کوئی وضاحت کرنی چاہیے تھی۔"

"کیسی وضاحت؟ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔ تمہیں ان کی باتیں غور سے سننا چاہیے تھیں۔"

وہ تب بھی اس کا منہ دیکھ کر رہ گئی تھی۔

اور وہ اب بھی اس کا منہ دیکھ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری۔" وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"تم شرمندہ تو نہیں ہو۔" اس نے اسے شرمندہ کرنے کی ایک آخری کوشش کی۔

"ہاں وہ تو میں نہیں ہوں۔ لیکن چونکہ تمہیں میرا سوری کہنا اچھا لگتا ہے۔ اس لیے آئی ایم سوری۔" اس نے تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ امامہ نے جواب دینے کے بجائے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا پورا گلاس پیا اور دوبارہ کمبل کھینچ کر لیٹ گئی۔

"پانی اور لا دوں؟" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔ امامہ نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

☼ ☼ ☼

وہ نیند میں سیل فون کی آواز پر ہڑبڑائی تھی۔ وہ سالار کا سیل فون تھا۔

"ہیلو!" سالار نے نیند میں کروٹ لیتے ہوئے سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھا کر کال ریسیو کی۔ امامہ نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

"ہاں بات کر رہا ہوں۔" اس نے سالار کو کہتے سنا پھر اسے محسوس ہوا جیسے وہ یک دم بستر سے نکل گیا تھا۔ امامہ نے آنکھیں کھولتے ہوئے نیم تاریکی میں اسے دیکھنے کی کوشش کی' وہ لائٹ آن کیے بغیر اندھیرے میں ہی کمرے سے نکل کر لاؤنج میں چلا گیا تھا۔

وہ کچھ حیران ہوئی تھی۔ وہ کس کا فون ہو سکتا تھا۔ جس کے لیے وہ رات کے اس پہر یوں اٹھ کر کمرے سے گیا تھا۔ آنکھیں بند کیے وہ کچھ دیر اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی' لیکن جب وہ کافی دیر تک نہیں آیا تو وہ کچھ بے چین سی اٹھ کر کمرے سے لاؤنج میں آئی تھی۔ وہ لاؤنج کے صوفہ پر بیٹھا فون پر بات کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ فون پر بات کرتے کرتے رکا۔

"ایک جینز اور شرٹ پیک کر دو میری۔ مجھے اسلام آباد کے لیے نکلنا ہے ابھی۔"

"کیوں؟ خیریت تو ہے؟" وہ پریشان ہوئی تھی۔

"اسکول میں آگ لگ گئی ہے۔"

اس کی نیند پلک جھپکتے میں غائب ہوئی تھی۔

سالار اب دوبارہ فون پر بات کر رہا تھا۔ بے حد تشویش کے عالم میں کمرے میں واپس آ کر اس نے اس کا بیگ تیار کیا' وہ تب تک کمرے میں واپس آ چکا تھا۔

"آگ کیسے لگی؟"

"یہ تو وہاں جا کر پتا چلے گا۔" وہ بے حد عجلت میں اپنے لیے نکالے ہوئے کپڑے لیتا واش روم میں چلا گیا۔ وہ بیٹھی رہی۔ وہ اس کی پریشانی کا اندازہ کر سکتی تھی۔

شادی کے شروع کے چند مہینے چھوڑ کر اب اوپر نیچے کچھ نہ کچھ ایسا ہو رہا تھا جو انہیں بری طرح تکلیف پہنچا رہا

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔

دس منٹ میں وہ تیار ہو کر نکل گیا، لیکن وہ دوبارہ بستر میں نہیں جا سکی تھی۔ اس نے باقی کی ساری رات اسی پریشانی میں دعائیں کرتے ہوئے کاٹی تھی۔

سالار سے اس کی ایک دوبار چند منٹ کے لیے بات ہوئی، لیکن وہ فون پر مسلسل مصروف تھا امامہ نے اسے ڈسٹرب کرنے سے گریز کیا۔

اس کے گاؤں پہنچنے کے بعد بھی آگ پر قابو نہیں پایا جا سکا تھا۔ وجہ بروقت فائر بریگیڈ کا دستیاب نہ ہونا تھا۔ اور آگ کا اتنے گھنٹوں بعد بھی نہ بجھ پانے کا مطلب کیا تھا وہ امامہ اچھی طرح سے سمجھ سکتی تھی۔

وہ پورا دن جلے پاؤں کی بلی کی طرح گھر میں پھرتی رہی تھی۔ سالار نے بالآخر اسے آگ پر قابو پانے کی اطلاع دے دی تھی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ اسے رات کو کال کرے گا اور وہ اس رات اسلام آباد ہی میں رہنے والا تھا۔

اس دن وہ سارا دن کچھ کھا نہیں سکی تھی۔ عمارت کو کتنا نقصان پہنچا تھا۔ یہ اسے نہیں پتا تھا لیکن کئی گھنٹے لگی رہنے والی آگ کیا کر سکتی تھی۔ اس کا احساس اسے تھا۔

سالار سے بالآخر آدھی رات کے قریب اس کی بات ہوئی تھی۔ وہ آواز سے اسے اتنا تھکا ہوا لگ رہا تھا کہ امامہ نے اس سے زیادہ دیر بات کرنے کے بجائے سونے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔ لیکن وہ خود ساری رات سو نہیں سکی تھی۔ آگ عمارت میں لگائی گئی تھی۔ وہاں پولیس کو ابتدائی طور پر ایسے شواہد ملے تھے اور یہ معمولی سی بات امامہ کی نیند اور حواس کو باطل کرنے کے لیے کافی تھی۔

وہ صرف سالار کا اسکول نہیں تھا۔ وہ پورا پروجیکٹ اب ایک ٹرسٹ کے تحت چل رہا تھا جس کی مین ٹرسٹی سالار کی فیملی تھی۔

اور اس پروجیکٹ کو یک دم اس طرح کا نقصان کون پہنچا سکتا تھا؟

یہی وہ سوال تھا جو اسے ہولا رہا تھا۔۔۔

سب کچھ پھر جیسے چند ہفتے پہلے والی اسٹیج پر آگیا تھا۔

وہ اگلے دن رات کو گھر پہنچا تھا اور اس کے چہرے پر تھکن کے علاوہ دوسرا کوئی تاثر نہیں تھا، وہ اگر کچھ اور دیکھنا چاہتی تھی تو مایوس ہوئی تھی، وہ نارمل تھا اسے جیسے حوصلہ ہوا تھا۔

"بلڈنگ کے اسٹرکچر کو نقصان پہنچا ہے۔ جس کمپنی نے بلڈنگ بنائی ہے۔ وہ کچھ ایگزامن کر رہے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ شاید بلڈنگ گرا کر دوبارہ بنانی پڑے۔"

کھانے کی ٹیبل پر اس کے پوچھنے پر اس نے امامہ کو بتایا تھا۔

"بہت نقصان ہوا ہو گا؟" یہ احمقانہ سوال تھا، لیکن امامہ حواس باختہ تھی۔

"ہاں!" جواب مختصر تھا۔

"اسکول بند ہو گیا؟" ایک اور احمقانہ سوال۔

"نہیں۔ گاؤں کے چند گھر فوری طور پر خالی کروائے ہیں اور کرائے پر لے کر اسکول کے مختلف بلاکس کو شفٹ کیا ہے وہاں پر۔۔۔ Luckily ابھی کچھ دنوں میں سمر بریک آجائے گی تو بچوں کا زیادہ نقصان نہیں ہو گا۔" وہ کھانا کھاتے ہوئے بتاتا رہا۔

"اور پولیس نے کیا کہا؟" ادھر ادھر کے سوال کے بعد امامہ نے بالآخر وہ سوال کیا جو اسے پریشان کیے ہوئے تھا۔

"ابھی تو انویسٹی گیشن اسٹارٹ ہوئی ہے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سالار نے گول مول بات کی تھی۔ اس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ دو دن اسلام آباد میں وہ اپنی فیملی کے ہر فرد سے اس کیس کے Suspects (مشتبہ افراد) میں امامہ کی فیملی کو شامل کرنے کے لیے دباؤ کا سامنا کرتا رہا تھا۔۔۔ وہ بہت مشکل صورت حال تھی۔ اس پروجیکٹ کو چلانے میں بہت سے لوگوں کے عطیات استعمال ہو رہے تھے اور اس نقصان کے متاثرین بہت سے تھے۔

کئی سال سے آرام سے چلنے والے اس اسکول کا کوئی دشمن پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور اب۔۔۔

امامہ سے زیادہ وہ خود یہ دعا کر رہا تھا کہ یہ آگ اتفاقی حادثہ ہو۔۔۔ مگر چند گھنٹوں میں ہی آگ کے اسکیل اور صورت حال سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ پلان شدہ آتش زدگی تھی اور اگلے چند گھنٹوں میں کچھ اور شواہد بھی مل گئے تھے۔ امامہ سے یہ سب شیئر کرنا حماقت تھی۔ وہ پچھلے تجربے کے بعد اس طرح کی کسی دوسری پریشانی میں کم از کم اسے نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

"اب کیا ہو گا؟" تیسرا احمقانہ سوال۔

"سب کچھ دوبارہ بنانا پڑے گا اور بس۔" جواب اتنا ہی سادہ تھا۔

"اور فنڈز۔۔۔ وہ کہاں سے آئیں گے؟" یہ پہلا سمجھ دارانہ سوال تھا۔

"endowment fund ہے اسکول کا۔۔۔ اس کو استعمال کریں گے۔ کچھ انویسٹمنٹ کی ہے میں نے، وہاں سے رقم نکلواؤں گا۔ وہ اسلام آباد کا پلاٹ بیچ دوں گا۔۔۔ فوری طور پر تو تھوڑا بہت کر ہی لوں گا۔ اتنا کہ اسکول کی بلڈنگ دوبارہ کھڑی ہو جائے۔"

"پلاٹس کیوں؟" وہ بری طرح بدکی تھی۔ امامہ نے نوٹس نہیں کیا تھا کہ وہ پلاٹس نہیں پلاٹ کہہ رہا تھا۔

"اس سے فوری طور پر رقم مل جائے گی مجھے۔۔۔ بعد میں لے لوں گا' ابھی تو فوری طور پر اس میس سے نکلنا ہے مجھے۔"

"تم وہ حق مہر کی رقم لے لو' آٹھ دس لاکھ کے قریب ویڈنگ پر ملنے والی گفٹ کی رقم بھی ہو گی اور اتنے ہی میرے اکاؤنٹ میں پہلے سے بھی ہوں گے۔۔۔ پچاس ساٹھ لاکھ تو یہ ہو جائے گا اور۔۔۔" سالار نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"یہ میں کبھی نہیں کروں گا۔"

"قرض لے لو مجھ سے۔۔۔ بعد میں دے دینا۔"

"تو۔" اس کا انداز حتمی تھا۔

"میرے پاس بے کار پڑے ہیں' سالار! تمہارے کام آئیں گے تو۔" اس نے پھر امامہ کی بات کاٹ دی۔

"I said no (میں نے کہا نا' نہیں)" اس نے اس بار کچھ ترشی سے کہا تھا۔

"میرے پیسے اور تمہارے پیسے میں کوئی فرق ہے؟"

"ہاں ہے۔۔۔" اس نے اسی انداز میں کہا تھا۔

"وہ حق مہر اور شادی پر گفٹ میں ملنے والی رقم ہے۔۔۔ میں کیسے لے لوں تم سے۔۔۔؟ میں بے شرم ہو سکتا ہوں۔۔۔ بے غیرت نہیں ہو سکتا۔"

"اب تم خوامخواہ جذباتی ہو رہے ہو اور۔۔۔"

سالار نے اس کی بات کاٹی "کون جذباتی ہو رہا ہے؟ کم از کم میں تو نہیں ہو رہا۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی "میں تمہیں قرض دے رہی ہوں سالار۔"

"Thank you very much but I don't need" (بہت شکریہ' مگر مجھے اس کی ضرورت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں ہے) مجھے قرض لینا ہو گا تو بڑے دوست ہیں میرے پاس۔"

"دوستوں سے قرض لو گے بیوی سے نہیں؟"

"نہیں۔"

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں سالار۔"

"ایموشنلی کرو فنانشلی نہیں۔"

وہ اسے دیکھتی رہ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کس طرح قائل کرے۔

"اور اگر میں یہ رقم ڈونیٹ کرنا چاہوں تو۔" اسے بالآخر ایک خیال آیا۔

"ضرور کرو اس ملک میں بہت سی charities (خیراتی ادارے) ہیں۔ تمہارا پیسہ ہے' چاہے آگ لگا دو۔ لیکن میں یا میرا ادارہ نہیں لے گا۔" اس نے صاف لفظوں اور حتمی انداز میں کہا۔

"تم کبھی مجھے کچھ ڈونیٹ کرنے نہیں دو گے؟"

"ضرور کرنا... لیکن فی الحال مجھے ضرورت نہیں ہے۔"

وہ ٹیبل سے اٹھ گیا تھا۔

وہ بے حد اپ سیٹ اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ اس کے لیے وہ دو پلاٹ اس کے گھر کی پہلی دو اینٹیں تھیں اور وہ پہلی دو اینٹیں اس طرح جانے والی تھیں... یہ چیز اس کے لیے تکلیف دہ تھی۔ تکلیف کا باعث وہ احساس جرم بھی تھا جو وہ اس سارے معاملے میں اپنی فیملی کے انوالو ہونے کی وجہ سے محسوس کر رہی تھی۔ وہ کہیں نہ کہیں اس رقم سے جیسے اس نقصان کی تلافی کرنے کی کوشش کرنا چاہتی تھی جو اس کی فیملی نے کیا تھا۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ سالار نے اس کی اس سوچ کو اس سے پہلے پڑھا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ کیا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

آنے والے دنوں میں بھی وہ سالار کو وہ رقم لینے پر مجبور کرتی رہی' لیکن وہ ایک بار بھی یہ جرات نہیں کر سکی تھی کہ پولیس کی انویسٹی گیشن کے حوالے سے سالار سے کچھ پوچھتی... وہ دونوں جانتے بوجھتے اس حساس ایشو پر گفتگو سے اجتناب کر رہے تھے اور یہ امامہ کے لیے ایک نعمت متبرقہ سے کم نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

"جو کچھ ہوا اس میں میرا کوئی قصور نہیں نہ ہی کوئی انوالومنٹ ہے؟"

اس کے سامنے بیٹھا وسیم بڑی سنجیدگی سے اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا "اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب ابو کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے بھی ایسا کچھ نہ کیا ہو میں نے گھر میں ایسا کچھ نہیں سنا۔"

وسیم نے ہاشم مبین کا بھی دفاع کرنے کی کوشش کی تھی۔ امامہ قائل نہیں ہوئی۔ وہ سالار کے سامنے اپنی فیملی کا دفاع کرنے کی کوشش کر سکتی تھی۔ وسیم کے سامنے نہیں... اسے یقین تھا' یہ جو بھی کچھ ہوا تھا۔ اس میں اس کے اپنے باپ کا ہی ہاتھ تھا۔

"ابو سے کہنا' یہ سب کرنے سے کچھ نہیں ملے گا۔ سالار کو کیا نقصان ہو گا یا مجھے کیا نقصان ہو گا... ایک اسکول ہی جلا ہے پھر بن جائے گا... ان سے کہنا' وہ کچھ بھی کر لیں ہمیں فرق نہیں پڑتا۔"

وسیم اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اس کی باتیں سنتا رہا پھر اس نے امامہ سے مدھم آواز میں کہا۔

"میں ابو سے یہ سب نہیں کہہ سکتا... میں بہت بزدل ہوں' تمہاری طرح بہادر نہیں ہوں۔"

چند لمحوں کے لیے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے' جب سے وہ دوبارہ ملنا شروع ہوئے تھے' آج پہلی بار وہ ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے سراہ رہا تھا یا اعتراف کر رہا تھا۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تمہارے جانے کے بعد اتنے سالوں میں بہت دفعہ کمزور پڑا میں، بہت دفعہ شش و پنج کا بھی شکار ہوا اور شک و شبہ کا بھی۔۔۔ بہت دفعہ دل چاہتا تھا۔ زندگی کے اس غبار کو میں بھی ختم کرنے کی کوشش کروں جس نے میری بینائی دھندلائی ہوئی ہے لیکن میں بہت بزدل ہوں۔ تمہاری طرح سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔"

"اب آجاؤ۔" امامہ کو خود احساس نہیں ہوا اس نے یہ بات اس سے کیوں کہہ دی اور کہنی چاہیے تھی کہ نہیں۔

وسیم نے اس سے نظریں نہیں ملائیں پھر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اب اور بھی زیادہ مشکل ہے جب اکیلا تھا تو اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ اب تو بیوی اور بچے ہیں۔"

"ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔۔۔ میں اور سالار۔ کچھ بھی نہیں ہوگا تمہیں۔۔۔ تمہاری فیملی کو تم ایک بار کوشش تو کرو۔"

امامہ بھول گئی تھی اس نے وسیم کو کیا ڈسکس کرنے کے لیے بلایا تھا اور وہ کیا ڈسکس کرنے بیٹھ گئی تھی۔

"انسان بہت خود غرض اور بے شرم ہوتا ہے امامہ۔۔۔! یہ جو ضرورت ہوتی ہے یہ صحیح اور غلط کی سب تمیز ختم کر دیتی ہے کاش میں زندگی میں مذہب کو پہلی Priority (ترجیح) بنا سکتا۔۔۔ مگر مذہب پہلی Priority (ترجیح) نہیں ہے میری۔" وسیم نے گہرا سانس لیا تھا جیسے کوئی رنج تھا جس نے بگولہ بن کر اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

"میں تمہاری طرح فیملی نہیں چھوڑ سکتا مذہب کے لیے۔۔۔ تمہاری قربانی بہت بڑی ہے۔"

"تم جانتے بوجھتے جہنم کا انتخاب کر رہے ہو صرف دنیا کے لیے؟ اپنے بیوی بچوں کو بھی اسی راستے پر لے جاؤ گے کیونکہ تم میں صرف جرات نہیں ہے۔ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ دینے کی۔"

وہ اب بھائی کو چیلنج کر رہی تھی۔ وہ یکدم اٹھ کر کھڑا ہو گیا یوں جیسے بے قرار تھا۔۔۔

"تم مجھے بہت بڑی آزمائش میں ڈالنا چاہتی ہو؟"

"آزمائش سے بچانا چاہتی ہوں۔۔۔ آزمائش تو وہ ہے جس میں تم نے خود کو ڈال رکھا ہے۔"

اس نے اپنی گاڑی کی چابی اٹھالی۔۔۔ "میں صرف اسی لیے تم سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔"

وہ کہتے ہوئے اس کے روکنے کے باوجود اپارٹمنٹ سے نکل گیا تھا امامہ بے چینی اور بے قراری کے عالم میں اپنے اپارٹمنٹ کی بالکونی میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ وسیم کو پارکنگ میں اپنی گاڑی کی طرف جاتے دیکھ کر اسے جیسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔ وہ وسیم سے تعلق توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اور وہ اسے اس اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"وسیم میرا فون نہیں اٹھا رہا۔" امامہ نے اس رات کھانے پر سالار سے کہا تھا۔ سالار کو وہ بہت پریشان لگی تھی۔

"ہو سکتا ہے مصروف ہو۔" سالار نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں، وہ ناراض ہے۔"

اس بار سالار چونکا تھا۔ "ناراض کیوں ہوگا؟"

امامہ نے اسے اپنی اور وسیم کی گفتگو سنا دی۔ سالار گہرا سانس لے کر رہ گیا تھا۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی اس سے اس طرح کی گفتگو کرنے کی۔۔۔ بالغ آدمی ہے وہ۔۔۔ بزنس کر رہا ہے۔۔۔ بیوی بچوں والا ہے۔۔۔ اسے اچھی طرح پتا ہے اس نے زندگی میں کیا کرنا ہے اور اس کے لیے کیا صحیح ہے۔ تم لوگ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آپس میں ملتے رہنا چاہتے ہو تو مذہب کو ڈسکس کیے بغیر ملو۔" سالار نے اسے بڑی سنجیدگی کے ساتھ سمجھایا۔
"بات اس نے شروع کی تھی وہ نہ کرتا تو میں کبھی نہ کرتی۔" امامہ نے جیسے اپنا دفاع کیا۔
"اور خود بات شروع کرنے کے بعد اب وہ تمہاری فون کال نہیں لے رہا تو بہتر ہے اب تم انتظار کرو سکون سے، جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو کر لے گا وہ تمہیں کال۔"
سالار کہہ کر دوبارہ کھانا کھانے لگا۔ امامہ اسی طرح بیٹھی رہی۔
"اب کیا ہوا؟" سالار نے سلاد کا ایک ٹکڑا اٹھاتے ہوئے اس کی خاموشی نوٹس کی۔
"میری خواہش ہے وہ بھی مسلمان ہو جائے اس گمراہی کی دلدل سے نکل آئے۔"
سالار نے ایک لمحہ رک کر اسے دیکھا پھر بڑی سنجیدگی سے اسے کہا۔
"تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ اس کی زندگی ہے اس کا فیصلہ ہے۔ تم اپنی خواہش اس پر impose (لاگو) نہیں کر سکتیں۔"
"impose تو کر بھی نہیں رہی میں۔" وہ پلیٹ میں چمچ بے مقصد ہلاتے ہوئے دل گرفتہ ہوئی تھی۔
"کبھی کبھی دل چاہتا ہے انسان کا، وہ چیزوں کو جادو کی طرح ٹھیک کرنے کی کوشش کرے۔" سالار نے اس کی دل گرفتی محسوس کی، پھر جیسے اسے دلاسا دینے کی کوشش کی۔ "زندگی میں جادو نہیں چلتا... عقل چلتی ہے یا قسمت، اس کی عقل کام کرے گی اور قسمت میں لکھا ہو گا تو وہ اپنے لیے کوئی اسٹینڈ لے گا، ورنہ میں یا تم کوئی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔" وہ اسے نرمی سے سمجھاتا جا رہا تھا۔
"اور تم دوبارہ کبھی اس سے اس مسئلے پر خود بات نہیں کرو گی، نہ ہی اسکول کے حوالے سے کسی گلے شکوے کے لیے اسے بلاؤ گی۔ میں اپنے مسئلوں کو ہینڈل کر سکتا ہوں اور وسیم کچھ نہیں کر سکتا۔"
وہ کہہ کر کھانے کی ٹیبل سے اٹھ گیا۔ امامہ اسی طرح خالی پلیٹ لیے بیٹھی رہی تھی۔ پتا نہیں زندگی میں اچانک اتنی بے سکونی کہاں سے آ گئی تھی۔ وہ fairytale (پریوں کی کہانی) جو چند ماہ پہلے سالار کے ساتھ شروع ہوئی تھی اور جو اس کے پیروں کو زمین پر ٹکنے نہیں دیتی تھی۔ اب وہ پریوں کی کہانی کیوں نہیں رہی تھی۔ اس میں پریشانیوں کا جنگل کیسے اگ آیا تھا۔ یا شاید یہ اس کے ستارے تھے جو ایک بار پھر گردش میں آئے ہوئے تھے۔

☼ ☼ ☼

اسکول کی بلڈنگ کے اسٹرکچر کو واقعی نقصان پہنچا تھا، سب کچھ جیسے square one پر آ گیا تھا۔ یہ سالار کے لیے حالیہ زندگی کا پہلا بڑا ذاتی مالیاتی نقصان تھا، چند گھنٹوں میں سب کچھ راکھ ہو جانے کا مطلب اسے زندگی میں پہلی بار سمجھ میں آیا تھا، اور اس پر سب سے بدترین بات یہ تھی کہ اس سارے ایشو میں اس کے سسرال کے ملوث ہونے پر کم از کم اس کی فیملی میں سے کسی کو شبہ نہیں تھا، لیکن اسے ثابت کرنا مشکل نہیں تقریباً ناممکن تھا، گاؤں کا کوئی فرد ملوث ہوتا تو پولیس ابتدائی تفتیش کے بعد کسی نہ کسی کو ضرور پکڑ لیتی مگر اس آتش زدگی میں وہاں کے کسی شخص کی انوالومنٹ ظاہر نہیں ہوئی تھی اور جتنے پروفیشنل طریقے سے ایک ہی وقت میں مختلف کیمیکلز کے استعمال سے عمارت کے مختلف حصوں میں وہ آگ لگائی گئی تھی، وہ کسی عام چور اچکے کا کام نہیں تھا۔ اگر مقصد اسے نقصان پہنچانا تھا تو اسے بے حد نقصان ہوا تھا اگر مقصد اسے چوٹ پہنچانا تھا تو یہ پیٹ پر ضرب لگانے جیسا تھا۔ وہ دوہرا ہوا تھا منہ کے بل نہیں گرا تھا۔
"اسے چھوڑ دو سالار!" وہ دوسرے ویک اینڈ پر پھر اسلام آباد میں تھا اور طیبہ اس بار جیسے گڑگڑا رہی تھیں۔ وہ اس سب سے اس بار مزید خائف ہو گئی تھیں۔
"تمہیں شادی کا شوق تھا۔ وہ پورا ہو گیا ہے۔ اب چھوڑ دو اسے۔"

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ کو اندازہ ہے کہ آپ مجھے کتنی تکلیف پہنچاتی ہیں جب آپ مجھ سے اس طرح کی بات کرتی ہیں۔"
سالار نے ان کو بات مکمل نہیں کرنے دی تھی۔
"تم نے دیکھا نہیں انہوں نے کیا کیا ہے؟"
"ابھی کچھ ثابت نہیں ہوا۔" اس نے پھر وہی بات کاٹی تھی۔
"تم عقل کے اندھے ہو سکتے ہو ہم نہیں۔۔۔ اور کون ہے دشمن تمہارا امامہ کی فیملی کے سوا؟" طیبہ برہم ہو گئی تھیں۔
"اس سب میں امامہ کا کیا قصور ہے؟"
"یہ سب اس کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی یہ بات؟"
"نہیں آتی۔۔۔ اور نہیں آئے گی۔ میں نے کل بھی آپ سے کہا تھا' آج بھی کہہ رہا ہوں اور آئندہ بھی یہی کہوں گا۔۔۔ میں امامہ کو ڈی وورس" نہیں کروں گا۔ کم از کم اس وجہ سے تو نہیں کہ اس کی فیملی مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔۔۔ آپ کو کوئی اور بات کرنی ہے تو میں بیٹھتا ہوں۔ اس ایشو پر مجھے نہ آج نہ ہی دوبارہ بات کرنی ہے۔"
طیبہ کچھ بول نہیں سکی تھیں۔ وہ وہی کچھ کہہ رہا تھا جو سکندر کی زبانی وہ پہلے سن چکی تھیں' لیکن انہیں ذرا سی خوش فہمی تھی کہ وہ شاید اس بار کسی نہ کسی طرح اس کو اس بات پر تیار کر سکیں جس کے بارے میں سکندر کو کوئی امید نہیں تھی۔ سکندر اس وقت وہاں نہیں تھے۔ وہ آدھ گھنٹہ وہاں بیٹھنے کے بعد واپس بیڈ روم میں آیا تو امامہ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے گاؤں لے کر نہیں گیا تھا' لیکن اسلام آباد میں ویک اینڈ کے بعد اگلے دو دن ہونے والی کانفرنس کی وجہ سے ساتھ ہی لے آیا تھا۔
وہ اپنا لیپ ٹاپ نکال کر کچھ کام کرنے لگا تھا کہ اسے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ وہ جس چینل پر تھی وہاں مسلسل اشتہار چل رہے تھے اور وہ صوفہ پر بیٹھی انہیں بے حد یکسوئی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ عام طور پر مسلسل چینل سرفنگ میں مصروف رہتی تھی۔ اشتہارات کو دیکھنا بے حد حیران کن تھا۔ سالار نے وقتاً فوقتاً" دو تین بار اسے اور ٹی وی کو دیکھا تھا اس نے دس منٹ کے دوران اسے ایک بار بھی چائے کا مگ اٹھاتے نہیں دیکھا تھا جو اس کے سامنے ٹیبل پر پڑا تھا اور جس میں سے اب بھاپ اٹھنا بند ہو گئی تھی۔
اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور بیڈ سے اٹھ کر اس کے پاس صوفہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ امامہ نے مسکرانے کی کوشش کی۔ سالار نے اس کے ہاتھ سے ریموٹ پکڑ کر ٹی وی آف کر دیا۔
"تم نے میری اور ممی کی باتیں سنی ہیں کیا؟" وہ چند لمحوں کے لیے ساکت ہو گئی تھی۔ وہ جن یا جادوگر نہیں تھا' شیطان تھا اور اگر شیطان نہیں تھا' تو شیطان کا سینئر منسٹر ضرور تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھتے ہوئے جھوٹ بولنا بے کار تھا۔ اس نے گردن سیدھی کر لی۔
"ہاں۔ چائے بنانے گئی تھی میں اور تم دونوں لاؤنج میں بات کر رہے تھے میں نے کچن میں سنا سب کچھ۔"
اس نے سر جھکائے کہا وہ اسے یہ نہیں بتا سکی تھی کہ طیبہ کے مطالبے نے چند لمحوں کے لیے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ آخری چیز جو وہ تصور کر سکتی تھی' وہ وہی تھی کہ کوئی سالار سے اسے چھوڑنے کے لیے کہہ سکتا تھا۔ اور وہ بھی اتنے صاف الفاظ میں' اتنے ہتک آمیز انداز میں۔
"تم جب یہاں آتے ہو' وہ یہ کہتی ہیں تم سے؟"
ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے سالار سے پوچھا جو اسے تسلی دینے کے لیے کچھ الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔
"نہیں۔ ہر بار نہیں کہتیں۔۔۔ کبھی کبھی وہ اوور ری ایکٹ کر جاتی ہیں۔" اس نے ہموار لہجے میں کہا۔
"میں اب اسلام آباد کبھی نہیں آؤں گی۔" اس نے یکدم کہا۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن میں تو آؤں گا اور میں آؤں گا تو تمہیں بھی آنا پڑے گا۔" الفاظ سیدھے تھے لہجہ نہیں۔ اس نے سالار کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی تھی۔

"تم اپنی ممی کی سائیڈ لے رہے ہو؟"

"ہاں۔ جیسے میں نے ان کے سامنے تمہاری سائیڈ لی۔"

وہ اس کے جواب پر چند لمحوں کے لیے بول نہیں سکی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

خاموشی کا ایک اور لمبا وقفہ آیا تھا پھر سالار نے کہا۔

"زندگی میں اگر کبھی میرے اور تمہارے درمیان علیحدگی جیسی کوئی چیز ہوئی تو اس کی وجہ میرے پیرنٹس یا میری فیملی نہیں بنے گی' کم از کم یہ ضمانت میں تمہیں دیتا ہوں۔"

وہ پھر بھی خاموش رہی تھی۔

"کچھ بولو۔"

"کیا بولوں؟"

"جب تم خاموش ہوتی ہو تو بہت ڈر لگتا ہے مجھے۔"

امامہ نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"مجھے لگتا ہے تم پتا نہیں اس بات کو کیسے استعمال کرو گی میرے خلاف۔۔۔"

"کبھی" اس نے جملہ مکمل کرنے کے بعد کچھ توقف سے ایک آخری لفظ کا اضافہ کیا۔ وہ اسے دیکھتی رہی' لیکن خاموش رہی۔ سالار نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔

"تم میری بیوی ہو امامہ۔۔۔ وہ میری ماں ہیں۔۔۔ میں تمہیں شٹ اپ کہہ سکتا ہوں' انہیں نہیں کہہ سکتا۔ وہ ایک ماں کی طرح سوچ رہی ہیں اور ماں کی طرح ری ایکٹ کر رہی ہیں' جب تم ماں بنو گی تو تم بھی اسی طرح ری ایکٹ کرنے لگو گی۔ انہوں نے تم سے کچھ نہیں کہا' مجھ سے کہا۔ میں نے اگنور کر دیا۔ جس چیز کو میں نے اگنور کر دیا۔۔۔ اسے تم سیریسلی لو گی تو یہ حماقت ہو گی۔"

وہ اسے سمجھا رہا تھا۔ وہ سن رہی تھی' جب وہ خاموش ہوا تو اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"میرے لیے سب کچھ کبھی ٹھیک نہیں ہو گا۔ جب سے شادی ہوئی ہے۔ یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ تمہارے لیے ایک کے بعد ایک مسئلہ آجاتا ہے۔ مجھ سے شادی اچھی نہیں ثابت ہوئی تمہارے لیے۔ ابھی سے اتنے مسئلے ہو رہے ہیں تو پھر بعد میں پتا نہیں۔۔۔"

سالار نے اس کی بات کاٹ دی۔

"شادی ایک دوسرے کی قسمت سے نہیں کی جاتی۔ ایک دوسرے کے وجود سے کی جاتی ہے' اچھے دنوں کے ساتھ کے لیے لوگ فرینڈشپ کرتے ہیں شادی نہیں۔

ہم دونوں کا Present' Past' Future "(حال' ماضی' مستقبل) جو بھی ہے جیسا بھی ہے ایک ساتھ ہی ہے اب۔۔۔ اگر تم کو یہ لگتا ہے کہ میں یہ expect (توقع) کر رہا تھا کہ تم سے شادی کے بعد پہلے میرا پرائز بانڈ نکلے گا' پھر مجھے کوئی بونس ملے گا پھر میری پروموشن ہو گی۔ اور پھر میں لوگوں کے درمیان بیٹھ کر بڑی خوشی سے یہ بتاؤں گا کہ میرا ڈلائف میرے لیے بڑی لکی ہے۔۔۔ تو سوری مجھے ایسی کوئی expectatians (توقعات) نہیں تھیں' جو کچھ ہو رہا ہے وہ untimely (بے وقت) ہو سکتا ہے میرے لیے۔ unexpected (غیر متوقع) نہیں ہے' میں تمہارے لیے کس حد تک جا سکتا ہوں' کتنا سینسیر ہوں۔ وہ وقت بتا سکتا ہے اس لیے تم خاموشی سے وقت کو گزرنے دو۔ یہ چائے تو ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ جاؤ دوبارہ چائے بنا لاؤ۔۔۔ پیتے ہیں۔"

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ کوئی چیز اس کی آنکھوں میں اترنے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ انسان کو زندگی میں کہاں کہاں سے تحفظ دیتا ہے۔ کہاں کہاں سے دیواریں لا کر کھڑی کر دیتا ہے انسان کے گرد۔۔۔ وہ ڈاکٹر سبط علی کے سائے میں رہتی تھی تو اسے یقین تھا اس سے زیادہ عزت، زیادہ تحفظ کوئی اسے دے ہی نہیں سکتا، کم از کم شادی جیسے رشتے سے وہ ذمہ داری کے علاوہ کسی چیز کی توقع نہیں رکھے ہوئے تھی۔ اب اگر وہ اس شخص کے ساتھ وابستہ ہوئی تھی تو وہ تحفظ کے نئے مفہوم سے آگاہ ہو رہی تھی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے امامہ!" سالار نے اس کے چہرے پر پھسلتے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے اس سے نرمی سے کہا۔ وہ سر ہلاتے اور اپنی ناک رگڑتے ہوئے اٹھ گئی اس کی واقعی ضرورت نہیں تھی۔

☼ ☼ ☼

سالار نے اس مسئلے کو کیسے حل کیا تھا۔ یہ امامہ نہیں جانتی تھی۔ اسکول کی تعمیر دوبارہ کیسے شروع ہوئی تھی اسے یہ بھی نہیں پتا تھا، لیکن اسکول دوبارہ بن رہا تھا، سالار پہلے سے زیادہ مصروف تھا اور اس کی زندگی میں آنے والا ایک اور طوفان کسی تباہی کے بغیر گزر گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مجھے ہاتھ دکھانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" سالار نے دو ٹوک انکار کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے ہے۔" امامہ اصرار کر رہی تھی۔

"یہ سب جھوٹ ہوتا ہے۔" سالار نے اسے بچوں کی طرح بہلایا۔

"کوئی بات نہیں، ایک بار دکھانے سے کیا ہو گا؟" اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"تم کیا جاننا چاہتی ہو اپنے مستقبل کے بارے میں۔۔۔؟ مجھ سے پوچھ لو۔"

سالار اسے اس پامسٹ کے پاس لے جانے کے موڈ میں نہیں تھا جو اس فائیو اسٹار ہوٹل کی لابی میں تھا، جہاں وہ کچھ دیر پہلے کھانا کھانے کے لیے آئے تھے اور کھانے کے بعد امامہ کو پتا نہیں وہ پامسٹ کہاں سے یاد آ گیا تھا۔

"ویری فنی" اس نے مذاق اڑایا تھا۔ "اپنے مستقبل کا تو تمہیں پتا نہیں میرے کا کیسے ہو گا؟"

"کیوں تمہارا اور میرا مستقبل ساتھ ساتھ نہیں ہے کیا؟" سالار نے مسکرا کر اسے جتایا تھا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں پامسٹ کے پاس چلتے ہیں اس سے پوچھتے ہیں۔" امامہ کا اصرار بڑھا تھا۔

"دیکھو ہمارا "آج" ٹھیک ہے کافی ہے۔۔۔ تمہیں "کل" کا مسئلہ کیوں ہو رہا ہے؟" وہ اب بھی رضامند نہیں ہو رہا تھا۔

"مجھے ہے کل کا مسئلہ۔۔۔" وہ کچھ جھلا کر بولی تھی اسے شاید یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اس کی فرمائش پر اس طرح کے رد عمل کا اظہار کرے گا۔

"کتنے لوگ ہاتھ دکھا کر جاتے ہیں اس پامسٹ کو۔۔۔ تمہیں پتا ہے میری کولیگز کو اس نے ان کے فیوچر کے بارے میں کتنا کچھ ٹھیک بتایا تھا، بھابھی کی بھی کتنی کزنز آئی تھیں اس کے پاس۔۔۔" امامہ اب اسے قائل کرنے کے لیے مثالیں دے رہی تھی۔

"بھابھی آئی تھیں اس کے پاس؟" سالار نے جواباً پوچھا تھا۔

"نہیں۔" وہ اٹکی۔

"تو؟"

"تو یہ کہ ان کو انٹرسٹ نہیں ہو گا۔۔۔ مجھے تو ہے۔۔۔ اور تم نہیں لے کر جاؤ گے تو میں خود چلی جاؤں گی۔" وہ یک

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

دم سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"کس دن؟" سالار نے جیسے ٹالا۔

"دم بھی۔"

وہ بے اختیار ہنسا اور اس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"پامسٹ کو ہاتھ دکھانا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے اور میں تم سے ایسی کسی حماقت کی توقع نہیں کرتا تھا' لیکن اب تم ضد کر رہی ہو تو ٹھیک ہے... تم دکھا لو ہاتھ۔"

"تم نہیں دکھاؤ گے؟" اس کے ساتھ لابی کی طرف جاتے ہوئے امامہ نے پوچھا۔

"نہیں۔" سالار نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ خود ہی تو کہہ رہے ہو کہ میرا اور تمہارا مستقبل ایک ہے تو جو کچھ میرے بارے میں بتائے گا وہ پامسٹ... وہ تمہارے بارے میں بھی تو ہو گا۔" امامہ اب اسے چھیڑ رہی تھی۔

"مثلاً؟" سالار نے بھنویں اچکاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"مثلاً" اچھی خوش گوار ازدواجی زندگی... اگر میری ہو گی تو تمہاری بھی تو ہو گی۔"

"ضروری نہیں ہے۔" وہ اسے تنگ کرنے لگا۔

"ہو سکتا ہے شوہر کے طور پر میری زندگی بڑی بری گزرے تمہارے ساتھ۔"

"تو مجھے کیا؟ میری تو اچھی گزر رہی ہو گی۔" امامہ نے کندھے اچکا کر بے نیازی دکھائی۔

"تم عورتیں بڑی سیلفش (خود غرض) ہوتی ہو۔" سالار نے ساتھ چلتے ہوئے جیسے اس کے رویے کی مذمت کی۔

"تو نہ کیا کرو پھر ہم سے شادی... نہ کیا کرو ہم سے محبت... ہم کون سا مری جا رہی ہوتی ہیں تم مردوں کے لیے؟"

امامہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔ وہ ہنس پڑا۔ چند لمحوں کے لیے وہ جیسے واقعی لاجواب ہو گیا تھا۔

"ہاں ہم ہی مرے جا رہے ہوتے ہیں تم عورتوں پر... عزت کی زندگی راس نہیں آتی شاید اس لیے۔" وہ چند لمحوں بعد بڑبڑایا تھا۔

"تمہارا مطلب ہے تم شادی سے پہلے عزت کی زندگی گزار رہے تھے؟" امامہ ہمیشہ کی طرح فوراً" برا مان گئی تھی۔

"ہم شاید جنرلائز کر رہے تھے۔" سالار اس کا بدلتا موڈ دیکھ کر گڑبڑایا۔

"نہیں۔ تم صرف اپنی بات کرو۔"

"تم اگر ناراض ہو رہی ہو تو چلو پھر پامسٹ کے پاس نہیں جاتے۔" سالار نے بے حد سہولت سے اسے موضوع سے ہٹایا۔

"نہیں' میں کب ناراض ہوں' ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔" امامہ کا موڈ ایک لمحہ میں بدلا تھا۔

"ویسے تم پوچھو گی کیا پامسٹ سے؟" سالار نے بات کو مزید گھمایا۔

"بڑی چیزیں ہیں۔" امامہ نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔

وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا' مگر تب تک وہ پامسٹ کے پاس پہنچ چکے تھے۔

کرسی ایک طرف رکھے اس پر بیٹھا وہ بغیر دلچسپی سے اپنی بیوی اور پامسٹ کی ابتدائی گفتگو سنتا رہا' لیکن اسے امامہ کی دلچسپی اور سنجیدگی دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پامسٹ اب امامہ کا ہاتھ پکڑے عدسے کی مدد سے اس کی لکیروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے بے حد سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

"لکیروں کا علم نہ تو حتمی ہوتا ہے نہ ہی الہامی۔۔۔ ہم صرف وہی بتاتے ہیں جو لکیریں بتا رہی ہوتی ہیں بہرحال مقدر بناتا، سنوارتا اور بگاڑتا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔"

وہ بات کرتے کرتے چند لمحوں کے لیے رکا، پھر اس نے جیسے حیرانی سے اس کے ہاتھ پر کچھ دیکھتے ہوئے بے اختیار اس کا چہرہ دیکھا اور پھر برابر کی کرسی پر بیٹھے اس کے شوہر کو جو اس وقت اپنے بلیک بیری پر کچھ میسجز دیکھنے میں مصروف تھا۔

"بڑی حیرانی کی بات ہے۔" پامسٹ نے دوبارہ ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" امامہ نے کچھ بے تاب ہو کر پامسٹ سے پوچھا۔

"آپ کی یہ پہلی شادی ہے؟" بلیک بیری پر اپنے میسج چیک کرتے کرتے سالار نے نظر اٹھا کر پامسٹ کو دیکھا، اس کا خیال تھا یہ سوال اس کے لیے تھا، لیکن پامسٹ کا مخاطب اس کی بیوی تھی۔

"ہاں!" امامہ نے کچھ حیران ہو کر پہلے پامسٹ کو اور پھر اسے دیکھ کر کہا۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔" پامسٹ پھر کسی غور و خوض میں مصروف ہو گیا تھا۔

"آپ کے ہاتھ پر دوسری شادی کی لکیر ہے۔۔۔ ایک مضبوط لکیر۔۔۔ ایک خوش گوار، کامیاب۔۔۔ دوسری شادی۔"

پامسٹ نے امامہ کا ہاتھ پکڑے اسے دیکھتے ہوئے جیسے حتمی انداز میں کہا۔ امامہ کا رنگ اڑ گیا تھا اس نے گردن موڑ کر سالار کو دیکھا۔ وہ اپنی جگہ پر ساکت تھا۔

"آپ کو یقین ہے؟" امامہ کو لگا جیسے پامسٹ نے کچھ غلط پڑھا تھا اس کے ہاتھ پر۔

"جہاں تک میرا علم ہے اس کے مطابق تو آپ کے ہاتھ پر شادی کی دو لکیریں ہیں اور دوسری لکیر پہلی لکیر کی نسبت زیادہ واضح ہے۔"

پامسٹ اب بھی اس کے ہاتھ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ سالار نے امامہ کے کسی اگلے سوال سے پہلے جیب سے والٹ اور والٹ سے ایک کرنسی نوٹ نکال کر پامسٹ کے سامنے میز پر رکھا پھر بڑی شائستگی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تھینک یو۔۔۔ بس اتنی انفارمیشن کافی ہے۔۔۔ ہم لیٹ ہو رہے ہیں ہمیں جانا ہے۔"

اسے اٹھ کر وہاں سے چلتے دیکھ کر امامہ نہ چاہنے کے باوجود اٹھ کر اس کے پیچھے آئی تھی۔

"مجھے ابھی اور بہت کچھ پوچھنا تھا اس سے۔" اس نے خفگی سے سالار کے برابر میں آتے ہوئے کہا۔

"مثلاً؟" سالار نے کچھ تیکھے انداز میں کہا۔ وہ فوری طور پر اس کے سوال کا جواب نہیں دے سکی۔

"اس نے مجھے اور پریشان کر دیا ہے۔" امامہ نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا، لیکن جب وہ پارکنگ میں آگئے تو اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی سالار سے کہا۔

"It was your choice" (یہ تمہارا اپنا انتخاب تھا) سالار نے کچھ بے رخی سے کہا تھا۔ "اس نے تمہیں نہیں بلایا تھا تم خود گئی تھیں اس کے پاس اپنا مستقبل دیکھنے۔۔۔"

"سالار! تم مجھے چھوڑ دو گے کیا؟" امامہ نے اس کی بات کے جواب میں یک دم کہا۔

"یہ نتیجہ اگر تم نے پامسٹ کی پیش گوئی کے بعد نکالا ہے تو مجھے تم پر افسوس ہے۔" سالار کو غصہ آیا تھا اس پر، امامہ کچھ خفیف سی ہو گئی۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایسے ہی پوچھا ہے میں نے۔"

"تمہیں پہلے کم وہم تھے میرے بارے میں کہ کسی پامسٹ کی مدد کی ضرورت پڑتی۔" سالار کی خفگی کم نہیں ہوئی تھی۔

"دوسری شادی تو وہ تمہاری Predict (پیش گوئی) کر رہا ہے۔ ایک کامیاب خوش گوار ازدواجی زندگی اور تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ کیا میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے تم مجھے چھوڑ دو۔"

سالار نے اس بار چبھتے ہوئے انداز میں کہا تھا۔ ان کی گاڑی اب مین روڈ پر آچکی تھی۔

"میں تو تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتی۔" امامہ نے سالار کو دیکھے بغیر بے ساختہ کہا۔

"پھر ہو سکتا ہے میں مر جاؤں اور اس کے بعد تمہاری دوسری شادی ہو۔" سالار کو یک دم اسے چڑانے کی سوجھی۔

امامہ نے اس بار اسے خفگی سے دیکھا۔

"تم بے وقوفی کی بات مت کرو۔"

"ویسے تم کر لینا شادی اگر میں مر گیا تو... اکیلی مت رہنا..." امامہ نے کچھ اور برا مانا۔

"میں کچھ اور بات کر رہی ہوں تم کچھ اور بات کرنا شروع ہو جاتے ہو... اور تمہیں اتنی ہمدردی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

سالار کے مشورے نے اسے ڈسٹرب کیا تھا اور یہ اس کے جملے کی بے ربطی میں جھلکا تھا۔ سالار خاموش ہوا۔ امامہ بھی خاموش تھی۔

"تم اصل میں یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے کہوں کہ اگر میں مر جاؤں تو تم دوسری شادی کر لینا۔" وہ کچھ لمحوں کے بعد یک دم بولی تھی۔ وہ اس کی ذہانت پر عش عش کر اٹھا تھا۔

"تو کیا میں نہ کروں؟" سالار نے جان بوجھ کر اسے بڑی سنجیدگی سے چھیڑا۔ اس نے جواب دینے کے بجائے اسے بڑے پریشان انداز میں دیکھا۔

"مجھے پامسٹ کے پاس جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ پچھتائی تھی۔

"تم مجھ سے سود کے بارے میں سوال کرتی ہو اور خود یہ یقین رکھتی ہو کہ اللہ کے علاوہ کسی انسان کو کسی دوسرے انسان کی قسمت کا حال پتا ہو سکتا ہے؟" وہ صاف گو تھا اور ہمیشہ سے تھا مگر اس کی صاف گوئی نے امامہ کو کبھی اس طرح شرمندہ نہیں کیا تھا جس طرح اب کیا تھا۔ گھڑوں پانی پڑنے کا مطلب اسے اب سمجھ آیا تھا۔

"انسان ہوں، فرشتہ تو نہیں ہوں میں۔" اس نے مدھم آواز میں کہا تھا۔

"جانتا ہوں اور تمہیں فرشتہ کبھی سمجھا بھی نہیں میں نے، مارجن آف error دیتا ہوں تمہیں، لیکن تم مجھے نہیں دیتیں۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا اور وہ بہت کم کوئی غلط بات کرتا تھا۔ امامہ کو یہ اعتراف تھا۔

"زندگی اور قسمت کا پتا اگر زائچوں، پانسوں، اعداد، لکیروں اور ستاروں سے لگنے لگتا تو پھر اللہ انسان کو عقل نہ دیتا بس صرف یہی چیزیں دے کر دنیا میں اتار دیتا۔"

وہ گاڑی چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ شرمندگی سے سن رہی تھی۔

"جب مستقبل بدل نہیں سکتے تو اسے جان کر کیا کریں گے۔ بہتر ہے غیب، غیب ہی رہے... اللہ سے اس کی خبر کے بجائے اس کا رحم اور کرم مانگنا زیادہ بہتر ہے۔"

وہ بول ہی نہیں سکی تھی۔ سالار بعض دفعہ اسے بولنے کے قابل نہیں چھوڑتا تھا، یہ یقین اور یہ اعتماد تو اس کا

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اثاثہ تھا۔ یہ اس کے پاس کیسے چلا گیا تھا۔

اس رات امامہ کو پہلی بار یہ بے چینی ہوئی تھی۔ وہ ساتھی تھے۔ رقیب نہیں تھے' پر اسے چند لمحوں کے لیے سالار سے رقابت ہوئی تھی۔ وہ ایمان کے درجوں میں اس سے بہت پیچھے تھا۔ وہ اسے پیچھے کیسے چھوڑنے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ سالار کے ساتھ خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سالار اس کے دائیں جانب تھا وہ وہاں ان کی آخری رات تھی۔ وہ پچھلے پندرہ دن سے وہاں تھے اور اپنی شادی کے سات ماہ بعد وہاں عمرہ کے لیے آئے تھے۔

احرام میں ملبوس سالار کے برہنہ کندھے کو دیکھتے ہوئے امامہ کو ایک لمبے عرصے کے بعد وہ خواب یاد آیا تھا۔ سالار کے دائیں کندھے پر کوئی زخم نہیں تھا' لیکن اس کے بائیں کندھے کی پشت پر اب اس ڈنر نائف کا نشان تھا جو ہاشم مبین نے اسے مارا تھا۔

"تم نے پہلے کبھی مجھے اس خواب کے بارے میں نہیں بتایا۔" وہ امامہ کے منہ سے اس خواب کا سن کر شاکڈ رہ گیا تھا۔ "کب دیکھا تھا تم نے یہ خواب؟"

امامہ کو تاریخ' مہینہ' دن' وقت' سب یاد تھا۔۔۔ کیسے بھول سکتا تھا؟ وہ اس دن جلال سے ملی تھی۔۔۔ اتنے سالوں کے لاحاصل انتظار کے بعد۔۔۔

سالار گنگ تھا' وہ وہی رات تھی جب وہ یہاں امامہ کے لیے گڑگڑا رہا تھا۔ اس آس میں کہ اس کی دعا قبول ہو جائے۔۔۔ یہ جانے بغیر کہ اس کی دعا قبول ہو رہی تھی۔

"اس دن میں یہاں تھا۔" اس نے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے امامہ کو بتایا تھا۔ اس بار وہ ساکت ہوئی۔

"عمرہ کے لیے؟"

سالار نے سر ہلایا۔ وہ سر جھکائے اپنے ہونٹ کاٹتا رہا۔ وہ کچھ بول ہی نہیں سکی' صرف اسے دیکھتی رہی۔

"اس دن تم یہاں نہ ہوتے تو شاید۔۔۔"

ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے کچھ کہنا چاہا تھا' مگر بات مکمل نہیں کر سکی تھی۔

"شاید؟" سالار نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ یوں جیسے چاہتا تھا وہ بات مکمل کرتی۔۔۔ وہ کیسے کرتی۔ اس سے کہتی یہ کہہ دیتی کہ وہ اس دن یہاں نہ ہوتا تو شاید جلال اس سے ایسی سرد مہری' ایسی بے رخی نہ برتتا۔۔۔ وہ سب کچھ نہ کہتا جو اس نے کہا تھا۔ وہ اس کے اور جلال کے بیچ میں اللہ کو لے آیا تھا اور اس کے لیے سالار کو یقیناً" اللہ نے ہی چنا تھا۔

ایک گہرا سانس لے کر اس نے سب کچھ جیسے سر سے جھٹکنے کی کوشش کی تھی' لیکن سالار کی باتیں اس کی سماعتوں سے چپک گئی تھیں۔

"اتنے سالوں میں جب بھی یہاں آیا' تمہارے لیے بھی عمرہ کیا تھا میں نے۔"

وہ بڑے سادہ لہجے میں امامہ کو بتا رہا تھا۔ اسے رلا رہا تھا۔

"تمہاری طرف سے ہر سال عید پر قربانی بھی کرتا رہا ہوں میں۔"

"کیوں؟" امامہ نے بھرائی ہوئی آواز میں اس سے پوچھا تھا۔

"تم منکوحہ تھیں میری۔۔۔ دور تھیں' لیکن میری زندگی کا حصہ تھیں۔"

وہ روتی گئی تھی۔ اس کے لیے سب کچھ اسی شخص نے کرنا تھا کیا؟۔

اسے سالار کے حافظ قرآن ہونے کا پتا بھی اسی وقت چلا تھا' وہ جلال کی نعت سن کر مسحور ہو جاتی تھی اور اب

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہاں حرم میں سالار کی قرات سن کر گنگ تھی۔

"ایسی قرات کہاں سے سیکھی تم نے؟" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"جب قرآن پاک حفظ کیا تب۔۔۔ اب تو پرانی بات ہو گئی ہے۔" اس نے بڑے سادہ لہجے میں کہا۔

امامہ کو چند لمحوں کے لیے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔

"تم نے قرآن پاک حفظ کیا ہوا ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے کبھی نہیں بتایا۔" وہ شاکڈ تھی۔

"تم نے بھی کبھی نہیں بتایا اتنے مہینوں میں۔"

"پتا نہیں کبھی خیال نہیں آیا۔۔۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس آنے والے زیادہ تر لوگ حفاظ ہی ہیں۔ میرا حافظ قرآن ہونا ان کے لیے کوئی انوکھی بات نہیں ہوگی۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"تم اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو؟"

آنسوؤں کا ایک ریلا آیا تھا امامہ کی آنکھوں میں۔۔۔ جلال کو پیڈسٹل پر بٹھائے رکھنے کی ایک وجہ اس کا حافظ قرآن ہونا بھی تھا۔۔۔ اور آج وہ جس کی بیوی تھی' حافظ قرآن وہ بھی تھا۔ بہت سی نعمتیں پتا نہیں اللہ کس نیکی کے عوض عطا کرتا ہے' سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ دلوں میں کیسے رہتا ہے۔ وہ سنتی آئی تھی' وہ دلوں کو کیسے بوجھ لیتا ہے' وہ دیکھ رہی تھی۔۔۔ بس سب کچھ "کن" تھا اللہ کے لیے۔۔۔ بس ایسے۔۔۔ اتنا ہی سہل۔۔۔ آسان۔۔۔ پلک جھپکنے سے پہلے۔۔۔ سانس آنے سے پہلے۔۔۔

اللہ سامنے ہوتا تو وہ اس کے قدموں میں گر کر روتی۔۔۔ بہت کچھ "مانگا" تھا پر یہ تو صرف "چاہا" تھا۔

وہ اتنا کچھ دے رہا تھا۔ اس کا دل چاہا تھا' وہ ایک بار پھر بھاگ کر حرم میں چلی جائے جہاں سے کچھ دیر پہلے آئی تھی۔

"رو کیوں رہی ہو؟"

وہ اس کے آنسوؤں کی وجہ نہیں جان پایا۔ وہ روتے روتے ہنسی۔

"بہت خوش ہوں اس لیے۔۔۔ تمہاری احسان مند ہوں اس لیے۔۔۔ نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر پا رہی اس لیے۔"

وہ روتی' ہنستی اور کہتی جا رہی تھی۔

"بے وقوف ہو اس لیے۔" سالار نے جیسے خلاصہ کیا۔

"ہاں وہ بھی ہوں۔" اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے شاید پہلی بار سالار کی زبان سے اپنے لیے بے وقوف کا لفظ سن کر خفگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

ایک لمحہ کے لیے امامہ نے آنکھیں بند کیں پھر آنکھیں کھول کر حرم کے صحن میں خانہ کعبہ کے بالکل سامنے برابر میں بیٹھے سالار کو دیکھا جو بہت خوش الحانی سے قران پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔

فبای آلاء ربکما تکذبن۔۔۔

"اور تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"

"تم جو کچھ کر رہی ہو امامہ۔۔۔ تم اس پر بہت پچھتاؤ گی' تمہارے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔"

نو سال پہلے ہاشم مبین نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا تھا۔

"ساری دنیا کی ذلت' رسوائی' بدنامی اور بھوک تمہارا مقدر بن جائے گی۔" انہوں نے اس کے چہرے پر ایک اور تھپڑ مارا تھا۔

"تمہارے جیسی لڑکیوں کو اللہ ذلیل و خوار کرتا ہے۔۔۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑتا۔"

امامہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایک وقت آئے گا جب تم دوبارہ ہماری طرف لوٹو گی۔۔۔ منت سماجت کرو گی۔۔۔ گڑگڑاؤ گی۔۔۔ تب ہم تمہیں دھتکار دیں گے۔۔۔ تب تم چیخ چیخ کر اپنے منہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگو گی۔۔۔ کہو گی کہ میں غلط تھی۔"

امامہ اشک بار آنکھوں سے مسکرائی۔

"میری خواہش ہے بابا۔" اس نے زیر لب کہا۔ "کہ زندگی میں ایک بار میں آپ کے سامنے آؤں اور آپ کو بتا دوں کہ دیکھ لیجیے۔ میرے چہرے پر کوئی ذلت، کوئی رسوائی نہیں ہے۔ میرے اللہ نے میری حفاظت کی۔ مجھے دنیا کے لیے تماشا نہیں بنایا۔ نہ دنیا میں بنایا ہے نہ ہی آخرت میں کسی رسوائی کا سامنا کروں گی۔ اور میں آج اگر یہاں موجود ہوں تو صرف اس لیے کیونکہ میں سیدھے راستے پر ہوں اور یہاں بیٹھ کر میں ایک بار پھر اقرار کرتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی پیغمبر آیا ہے نہ ہی کبھی آئے گا۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ وہی پیر کامل ہیں میں اقرار کرتی ہوں کہ ان سے کامل ترین انسان کوئی دوسرا نہیں۔ ان کی نسل میں بھی کوئی ان کے برابر آیا ہے نہ ہی کبھی آئے گا اور میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے میری آنے والی زندگی میں بھی کبھی اپنے ساتھ شرک کروائے نہ ہی مجھے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو لا کھڑا کرنے کی جرات ہو۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ زندگی بھر مجھے سیدھے راستے پر رکھے۔ بے شک میں اس کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلا سکتی۔"

سالار نے سورۃ رحمٰن کی تلاوت ختم کرلی تھی۔ چند لمحوں کے لیے وہ رکا، پھر سجدے میں چلا گیا۔ سجدے سے اٹھنے کے بعد وہ کھڑا ہوتے ہوتے رک گیا۔ امامہ آنکھیں بند کیے دونوں ہاتھ پھیلائے دعا کر رہی تھی۔ وہ اس کی دعا ختم ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ امامہ نے دعا ختم کی۔ سالار نے ایک بار پھر اٹھنا چاہا اور اٹھ نہیں پایا۔ امامہ نے بہت نرمی سے اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ جو لوگ کہتے ہیں نا کہ جس سے محبت ہوئی، وہ نہیں ملا۔ ایسا پتا ہے کیوں ہوتا ہے؟" رات کے پچھلے پہر نرمی سے اس کا ہاتھ تھامے وہ بھیگی آنکھوں اور مسکراتے چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

"محبت میں صدق نہ ہو تو محبت نہیں ملتی۔ نو سال پہلے جب میں نے جلال سے محبت کی تو پورے صدق کے ساتھ کی۔ دعائیں، وظیفے، منتیں۔ کیا تھا جو میں نے نہیں کیا مگر وہ مجھے نہیں ملا۔"

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی۔ سالار کا ہاتھ اس کے ہاتھ کی نرم گرفت میں تھا، اس کے گھٹنے پر دھرا تھا۔

"پتا ہے کیوں؟ کیونکہ اس وقت تم بھی مجھ سے محبت کرنے لگے تھے اور تمہاری محبت میں میری محبت سے زیادہ صدق تھا۔"

سالار نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اس کی ٹھوڑی سے ٹپکنے والے آنسو اب اس کے ہاتھ پر گر رہے تھے، سالار نے دوبارہ امامہ کے چہرے کو دیکھا۔

"مجھے اب لگتا ہے کہ مجھے اللہ نے بڑے پیار سے بنایا ہے۔ وہ مجھے ایسے کسی شخص کو سونپنے پر تیار نہیں تھا جو میری قدر نہ کرتا، ناقدری کرتا، مجھے ضائع کرتا اور جلال وہ میرے ساتھ یہی سب کرتا۔ وہ میری قدر کبھی نہ کرتا۔ نو سال میں اللہ نے مجھے ہر حقیقت بتا دی۔ ہر شخص کا اندر اور باہر دکھا دیا اور پھر اس نے مجھے سالار سکندر، کو سونپا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ تم وہ شخص ہو جس کی محبت میں صدق ہے۔ تمہارے علاوہ اور کون تھا جو مجھے یہاں لے آتا۔ تم نے ٹھیک کہا تھا۔ تم نے مجھ سے پاک محبت کی تھی۔"

وہ بے حس و حرکت سا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس اعتراف اس اظہار کے لیے کون سی جگہ چنی تھی۔ وہ اب اس کے ہاتھ کو نرمی اور احترام سے چومتے ہوئے باری باری اپنی آنکھوں سے لگا رہی تھی۔

"مجھے تم سے کتنی محبت ہوگی۔ میں یہ نہیں جانتی۔ دل پر میرا اختیار نہیں ہے، مگر میں جتنی زندگی بھی تمہارے

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ گزاروں گی۔ تمہاری وفادار اور فرماں بردار ہوں گی۔ یہ میرے اختیار میں ہے میں زندگی کے ہر مشکل مرحلے' ہر آزمائش میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میں اچھے دنوں میں تمہاری زندگی میں آئی ہوں۔ میں برے دنوں میں بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔"

اس نے جتنی نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اسی نرمی سے چھوڑ دیا۔ وہ اب سر جھکائے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو صاف کر رہی تھی۔

سالار کچھ کہے بغیر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ خانہ کعبہ کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ اسے زمین پر اتاری' جانے والی صالح اور بہترین عورتوں میں سے ایک دی گئی تھی۔ وہ عورت جس کے لیے سالار نے ہر وقت اور ہر جگہ دعا کی تھی۔

کیا سالار سکندر کے لیے نعمتوں کی کوئی حد رہ گئی تھی؟ اور اب جب وہ عورت اس کے ساتھ تھی۔ تو اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ کیسی بھاری ذمہ داری اپنے لیے لے بیٹھا تھا' اسے اس عورت کا کفیل بنا دیا گیا تھا جو نیکی اور پارسائی میں اس سے کہیں آگے تھی۔

امامہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سالار نے کچھ کہے بغیر اس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔ اسے اس عورت کی حفاظت سونپ دی گئی تھی جس نے اپنے اختیار کی زندگی کو اس کی طرح کسی آلائش اور غلاظت میں نہیں ڈبویا' جس نے اپنی تمام جسمانی اور جذباتی کمزوریوں کے باوجود اپنی روح اور جسم کو اس کی طرح نفس کی بھینٹ نہیں چڑھایا۔

اس کا ہاتھ تھامے قدم بڑھاتے ہوئے اسے زندگی میں پہلی بار پارسائی اور تقویٰ کا مطلب سمجھ میں آ رہا تھا۔

وہ اپنی پوری زندگی کو جیسے فلم کی کسی اسکرین پر چلتا دیکھ رہا تھا اور اسے بے تحاشا خوف محسوس ہو رہا تھا۔

"سالار! تم سے ایک چیز مانگوں؟"

امامہ نے جیسے اس کی سوچ کے تسلسل کو روکا تھا۔ وہ اس وقت حرم کے صحن سے باہر نکلنے ہی والے تھے۔ سالار نے رک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ جانتا تھا وہ اس سے کیا مانگنے والی تھی۔

"تم ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ پڑھو۔" سالار کو اندازہ نہیں تھا' وہ اس سے یہ مطالبہ کرنے والی تھی۔ وہ حیران ہوا تھا۔

"آخری خطبہ؟ وہ بڑبڑایا۔

"ہاں وہی خطبہ جو انہوں نے جبل رحمت کے دامن میں دیا تھا' اس پہاڑ پر جس پر چالیس سال بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حوا بچھڑ کر ملے تھے اور بخشے گئے تھے۔"

امامہ نے مدھم آواز میں کہا۔ ایک جھماکے کے ساتھ سالار کو پتا چل گیا تھا' وہ اسے آخری خطبہ کیوں پڑھوانا چاہتی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

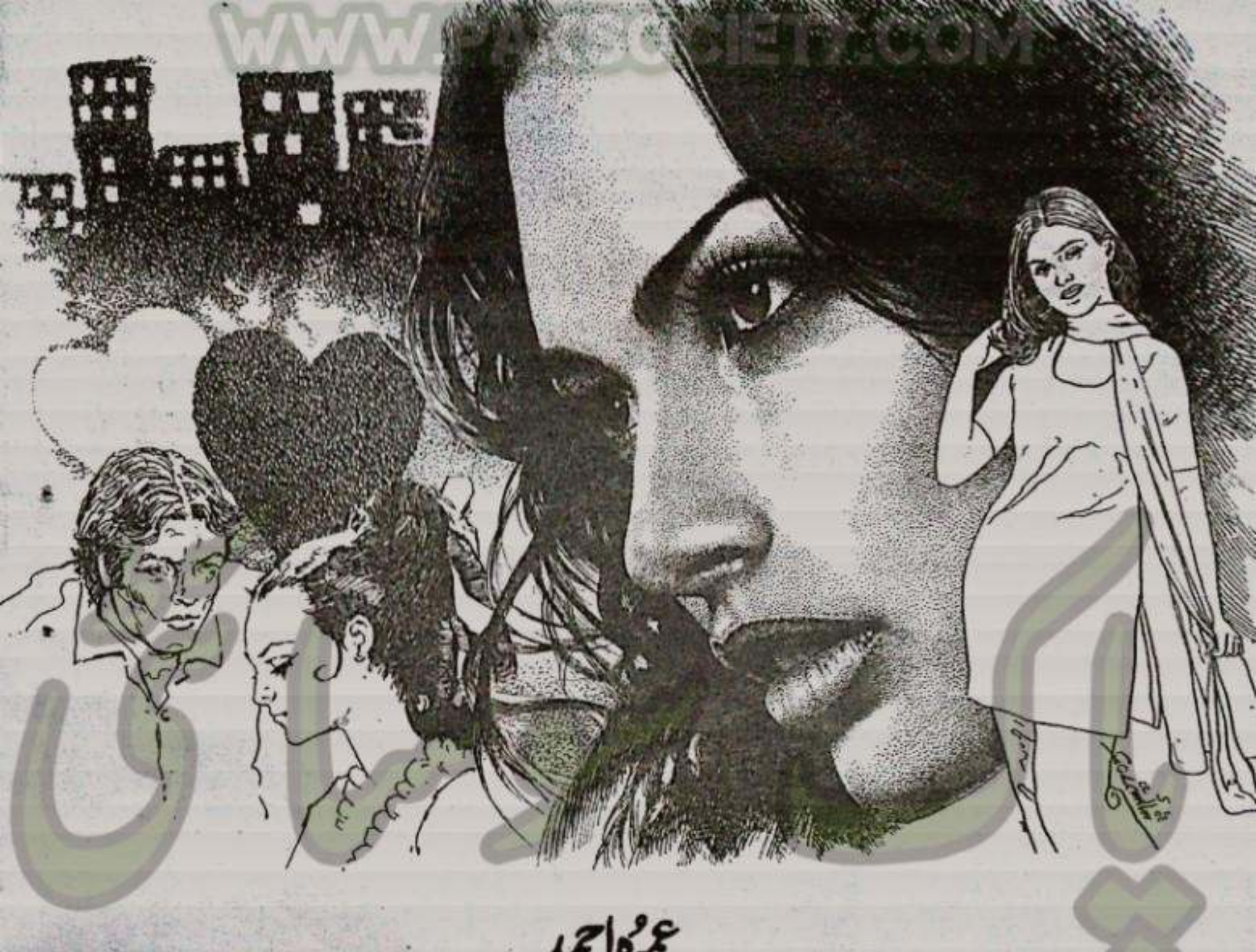

عمیرہ احمد

آب حیات

آب حیات کی کہانی تاش کے تیرہ پتوں میں چھپی ہوئی ہے۔

2۔ ایک خوب صورت اتفاق نے امامہ اور سالار کو یکجا کردیا ہے۔ سالار نے امامہ کو ایر رنگز دیے ہیں۔ وہ بالکل ویسے ہی ہیں، جیسے امامہ شادی سے قبل پہنتی تھی اور جو اسے اس کے والد ہاشم نے دیے تھے۔ سکندر عثمان نے اس شادی کو کھلے دل سے قبول کیا۔

9۔ سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں چار اشخاص گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے ایک پروجیکٹ پر کام کررہے ہیں۔ انہیں ایک شخص بلکہ اس کی پوری فیملی کے تمام بیرونی معاملات اور ذاتی زندگی کی تمام تر مکمل معلومات حاصل ہیں اور انہیں اس میں سے کسی ایسے پوائنٹ کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر وہ اس شخص پر ہاتھ ڈال سکیں۔ لیکن اس شخص — سمیت اس کی فیملی کے نہایت شفاف ریکارڈ سے اب تک کوئی مشکوک بات نہیں نکال سکے مگر آخری پندرہ منٹ میں انہیں اس فیملی کی کسی لڑکی کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے کوئی سراغ مل جاتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

J۔ وہ کئی راتوں سے تکلیف میں تھی۔ سکون آور ادویات کے بغیر سو نہیں پا رہی تھی۔ وہ اپنے باپ سے بس ایک سوال کرنے آئی تھی کہ اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا۔

6۔ اسپیلنگ بی کے بانوے مقابلے کے فائنل میں تیرہ سالہ اور نو سالہ دو بچے چودھویں راؤنڈ میں ہیں۔ تیرہ سالہ نینسی نے نو حرفوں کے لفظ کا ایک حرف غلط بتایا۔ اس کے بعد نو سالہ ایک خود اعتماد بچے نے گیارہ حرفوں کے لفظ کی درست اسپیلنگ بتا دیں۔ ایک اضافی لفظ کے درست ہجے بتانے پر وہ مقابلہ جیت سکتا تھا۔ جسے غلط بتانے کی صورت میں تیرہ سالہ بچی دوبارہ فائنل میں آجاتی۔ وہ اضافی لفظ سن کر اس خود اعتماد، مطمئن اور ذہین بچے کے چہرے پر پریشانی پھیلی، جسے دیکھ کر اس کے والدین اور ہال کے دیگر مہمان بے چین ہوئے مگر اس کی یہ کیفیت دیکھ کر اس کی سات سالہ بہن مسکرا دی۔

A۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بددیانتی کر رہی ہے مگر پھر بھی اس نے اس کتاب کے پہلے باب میں تبدیلی کر دی اور ترمیم شدہ باب کا پرنٹ نکال کر دیگر ابواب کے ساتھ فائل میں رکھ دیا۔

7۔ وہ دونوں ایک ہوٹل کے بار میں تھے۔ لڑکی نے اسے ڈرنک کی آفر کی مگر مرد نے انکار کر دیا اور سگریٹ پینے لگا۔ لڑکی نے پھر ڈانس کی آفر کی، اس نے اس بار بھی انکار کر دیا۔ وہ لڑکی اس مرد سے متاثر ہو رہی تھی۔ وہ اسے رات ساتھ گزارنے کے بارے میں کہتی ہے۔ اب کے وہ انکار نہیں کرتا۔

4۔ وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ آئی ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے سوال و جواب نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب وہ خود اپنے اس اقدام سے غیر مطمئن اور ملول نظر آتی ہے۔

5۔ وہ جیسے ہی گھر آیا۔ معمول کے مطابق اس کے دونوں بچے اپنا کھیل چھوڑ کر اس کے گلے آلگے۔ حسب معمول اس کی بیوی نے بھی جو تیسری بار امید سے تھی، اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ وہ لان میں اپنی بیوی بچوں کو مطمئن و مسرور دیکھ کر سوچ رہا ہے کہ اگر وہ چند پیپر پھاڑ کر پھینک دے تو اس کی زندگی، آئندہ بھی اسی طرح خوب صورت رہ سکتی ہے۔ مگر وہ

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ضروری فون آجاتا ہے۔ جس کا وہ انتظار کررہا ہے۔ اب اسے اپنی فیملی اور استعفیٰ میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا تھا۔

8۔ پریذیڈنٹ ایک انتہائی مشکل صورت حال سے دوچار تھا۔ اس کا فیصلہ کانگریس کے الیکشنز پر بری طرح اثر انداز ہوسکتا تھا۔ کیبنٹ کے چھ ممبرز کے ساتھ پانچ گھنٹے کی طویل نشست کے بعد اسے پندرہ منٹ کا وقفہ لینا پڑا تھا۔ فیصلے کی ذمہ داری اس کے سر تھی۔ آخر کار وہ ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

10۔ الزائمر کے مریض باپ کو وہ اپنے ہاتھوں سے یخنی پلا رہا تھا۔ اس کے انداز میں اپنے باپ کے لیے نہایت پیار، احترام اور تحمل ہے۔ اس کے باپ کو معلوم نہیں کہ وہ اس کے ہاتھ سے آخری بار کھانا کھا رہا ہے۔ اس کا سامان ایرپورٹ پر جاچکا ہے اور وہ گاڑی کا انتظار کررہا ہے۔

Q۔ وہ نیلے رنگ کی شفاف جھیل پر اس کے ہمراہ ہے۔ خوب صورت حسین مناظر میں گھری جھیل میں وہ صندل کی لکڑی کی کشتی میں سوار ہے۔

K۔ وہ تیسری منزل پر بنے اپارٹمنٹ کے بیڈروم کی کھڑکی سے ٹیلی اسکوپ کی مدد سے ساٹھ فٹ کے فاصلے پر اس بینکوئٹ ہال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ٹائم نو بج کر دو منٹ ہورہے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد وہ مہمان بینکوئٹ ہال میں داخل ہوگا۔ وہ ایک پروفیشنل شوٹر ہے۔ اسے مہمان کو نشانہ بنانے کے لیے ہائر کیا گیا ہے۔

3۔ وہ اس سے اصرار کررہی ہے کہ نجومی کو ہاتھ دکھایا جائے۔ وہ مسلسل انکار کرتا ہے مگر اس کی خوشی کی خاطر مان لیتا ہے نجومی لڑکی کا ہاتھ دیکھ کر بتاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر شادی کی دو لکیریں ہیں۔ دوسری لکیر مضبوط اور خوشگوار شادی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ دونوں ساکت رہ جاتے ہیں۔

آدم و حوا

ایک خوب صورت اتفاق نے سالار اور امامہ کو یکجا کردیا۔ اس نے امامہ کو سال بعد دیکھا تھا۔ ان کی ابتدائی زندگی کا پہلا اختلاف لائٹ پر ہوا۔ سالار کو لائٹ آن کرکے سونے کی عادت تھی جبکہ امامہ کو روشنی میں نیند نہیں آتی تھی۔ لیکن سالار نے امامہ کی بات مان لی۔ صبح وہ امامہ کو جگائے بغیر سحری کرکے نماز پڑھنے چلا جاتا ہے' امامہ سحری کے لیے اٹھتی ہے تو فرقان کے گھر سے کھانا آیا رکھا ہوتا ہے۔ امامہ اسے سالار کی بے اعتنائی سمجھتی ہے۔ سعیدہ اماں سے فون پر بات کرتے ہوئے وہ رو پڑتی ہے اور وجہ پوچھنے پر اس کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ سالار کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ سعیدہ اماں کو سالار پر سخت غصہ آتا ہے۔ وہ ڈاکٹر سبط علی کو بھی بتادیتی ہیں کہ سالار نے امامہ کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ سالار ڈاکٹر سبط علی کے گھر امامہ کا روکھا رویہ محسوس کرتا ہے' سعیدہ اماں بھی سالار کے ساتھ ناراضی سے پیش آتی ہیں۔ پھر امامہ اس رات سعیدہ اماں کے ہی گھر رہ جاتی ہے۔ سالار کو اچھا نہیں لگتا مگر وہ منع نہیں کرتا۔ امامہ کو یہ بھی برا لگتا ہے کہ اس نے ساتھ چلنے پر اصرار نہیں کیا۔ اس کو سالار سے یہ بھی شکوہ ہوتا ہے کہ اس نے اسے منہ دکھائی نہیں دی۔ سالار اپنے باپ سکندر عثمان کو بتادیتا ہے کہ اس کی شادی آمنہ نامی جس لڑکی سے ہوئی ہے وہ دراصل امامہ ہے۔ سکندر عثمان اور طیبہ سخت پریشان ہوجاتے ہیں۔ امامہ کو فرقان کے گھر روزانہ کھانا کھانے پر بھی اعتراض ہوتا ہے اور سالار کے سی فوڈ کھانے پر بھی۔ سکندر عثمان' طیبہ اور انیتا ان دونوں سے ملنے آتے ہیں اور امامہ سے بہت پیار سے ملتے ہیں۔ وہ سالار کا ولیمہ اسلام آباد میں کرنے کے بجائے اب لاہور میں کرنے کا منصوبہ بناتے ہیں۔ ڈاکٹر سبط' امامہ سے سالار کے ناروا سلوک کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو وہ شرمندہ ہی ہوجاتی ہے کیونکہ وہ بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنی اس نے بنا ڈالی تھی۔ سالار' امامہ سے اسلام آباد چلنے کو کہتا ہے۔ تو امامہ خوف زدہ ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر سبط' سالار کو سمجھاتے ہیں۔ وہ خاموشی سے سنتا ہے۔ وضاحت اور صفائی میں کچھ نہیں بولتا مگر ان کے گھر سے واپسی پر وہ امامہ سے ان شکایتوں کی وجہ پوچھتا ہے۔ وہ جواباً "روتے ہوئے وہی بتاتی ہے' جو سعیدہ اماں کو بتاچکی ہے۔ سالار کو اس کے آنسو تکلیف دیتے ہیں' پھر وہ اس سے معذرت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ آئندہ جو بھی شکایت ہو' کسی اور سے نہ کرنا' ڈائریکٹ مجھے ہی بتانا' وہ اس کے ساتھ سعیدہ اماں کے گھر سے جہیز کا سامان لے کر آتا ہے' جو کچھ امامہ نے خود جمع کیا ہوتا ہے اور کچھ ڈاکٹر سبط نے اس کے لیے رکھا ہوتا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں گھٹیا رومانوی ناول دیکھ کر سالار کو کوفت

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوتی ہے اور وہ انہیں تلف کرنے کا سوچتا ہے۔ مگر امامہ کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ سالار اپنے بینک میں امامہ کا اکاؤنٹ کھلوا کر تیس لاکھ روپے اس کا حق مہر جمع کرواتا ہے۔ وہ امامہ کو لے کر اسلام آباد جاتا ہے اور ایئرپورٹ پر اسے بتاتا ہے کہ سکندر عثمان نے منع کیا تھا۔ امامہ کو شدید غصہ آتا ہے۔ گھر پہنچنے پر سکندر عثمان اس سے شدید غصہ کرتے ہیں۔

سکندر عثمان سالار کی اسلام آباد آمد پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ امامہ کو اس گھر میں آکر شدید ڈپریشن ہوتا ہے۔ وہ نو سال بعد سالار کے گھر سے اپنے گھر کو دیکھتی ہے۔ دو دن رہ کر وہ واپس آجاتے ہیں۔ امامہ کہتی ہے کہ وہ اسلام آباد میں رہنا چاہتی ہے۔ سالار کی جاب یہاں ہے تو وہ مہینہ میں ایک دفعہ آجایا کرے۔ اس کی اس بات سے سالار کو دکھ ہوتا ہے' پھر جب وہ کہتا ہے کہ اسے امریکہ چلے جانا ہے تو امامہ کہتی ہے کہ وہ دوسری شادی کرلے۔ یہ تجویز سالار کے لیے شاکنگ ہوئی ہے۔ وہ امامہ سے اس کی توقع نہیں کرتا تھا۔

سالار' امامہ کو کراچی لے کر جاتا ہے تو وہ انیتا کے گھر جاتی ہے۔ وہ سالار سے کہتی ہے کہ وہ بھی ایسا شان دار گھر چاہتی ہے جس میں سبزیوں کا فارم' فش فارم ہو اور وہ کم از کم ایک ایکٹر کا ہونا چاہیے۔ سالار حیران رہ گیا تھا۔ عید کے موقع پر اس کو میکے کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ سالار کے ساتھ ایک پارٹی میں شراب کی موجودگی پر اس کے دل میں سالار کے لیے بدگمانی آجاتی ہے۔ جس کو سالار دور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اب ان چیزوں سے بہت دور جا چکا ہے۔ سالار بینک میں کام کرتا ہے۔ امامہ اس سے سود کے مسئلہ پر بحث کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے سود حرام ہے۔

امامہ سالار کا خیال رکھتی تھی۔ اس کی سالار کے دل میں قدر تھی' لیکن وہ زبان سے اظہار نہیں کرتا۔ سالار البتہ جلال کے لیے اس کے دل میں جو نرم گوشہ ہے اس سے بری طرح ہرٹ ہوتا ہے۔

سالار اپنا پلاٹ بیچ کر تقریباً" ڈیڑھ کروڑ کی انگوٹھی خرید کر دیتا ہے۔ سکندر' عثمان کو جب یہ بات پتا چلتی ہے تو وہ حیران رہ جاتے ہیں' پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ "کہاں سے لی تھی یہ رنگ؟"

سالار بتاتا ہے کہ اس نے قیمتی ترین شاپ سے خاص طور پر یہ انگوٹھی ڈیزائن ـــــ کروائی ہے۔ اور تھوڑی رقم بچی تھی جو اس نے خیراتی اداروں کو دے دی ہے۔ امامہ کو اس انگوٹھی کی قیمت کا بالکل اندازہ نہیں ہے۔ سالار بھی اسے اصل قیمت نہیں بتاتا۔

امامہ کی ملاقات اتفاقاً" جلال سے ہوتی ہے۔

جلال اسے لنچ کے لیے لے جاتا ہے۔ وہ یہ جان کر بہت مرعوب ہوتا ہے کہ وہ سالار سکندر کی بیوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سالار جس عہدے پر ہے۔ وہاں اس نے خوب کمایا ہوگا۔ ریسٹورنٹ میں اچانک فاروق صاحب آجاتے ہیں۔ جلال کے امامہ کے تعارف کرانے پر وہ چونک جاتے ہیں۔ جلال سے مل کر امامہ بہت ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔ اس سے گاڑی بھی نہیں چلائی جاتی۔ وہ سالار کو فون کرتی ہے۔ فون آف ہوتا ہے۔ اس کی جوتی کا اسٹریپ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ تب وہ اس کے آفس جانے کا فیصلہ کرتی ہے۔ سالار کو پتا چلتا ہے کہ وہ اپنا کریڈٹ کارڈ بھی شاپنگ سینٹر میں بھول آئی ہے۔ وہ سالار کے آفس کے باتھ روم میں جا کر فریش ہوتی ہے اور اپنی قیمتی انگوٹھی وہاں بھول آتی ہے۔ اسے بعد میں بھی وہ انگوٹھی یاد نہیں آتی۔

دو دن بعد ایک ڈنر پر فاروق صاحب' سالار سے ملتے ہیں جب وہ اپنی بیوی کا تعارف کرانا چاہتا ہے تو وہ کہتے ہیں ڈاکٹر جلال انصر کے ساتھ لنچ کے دوران امامہ سے مل چکے ہیں۔

سالار یہ جان کر امامہ سے ناراض ہو جاتا ہے۔ وہ ناراضی میں اسے سعیدہ اماں کے ہاں بھجوا دیتا ہے۔

ڈاکٹر سبط علی سالار کو بلاتے ہیں۔ وہ نہیں جاتا تو وہ امامہ سے تعلق ختم کرنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ تب سالار ان کے پاس جاتا ہے اور امامہ سے معافی مانگ کر اسے اپنے گھر لے آتا ہے۔

ایک ہفتہ بعد سالار اسے یاد دلاتا ہے کہ امامہ انگوٹھی کہاں بھول گئی تھی۔ سالار' امامہ سے ایک معاہدہ پر دستخط کراتا ہے جس میں اسے سالار سے علیحدگی کی صورت میں بہت سے حقوق حاصل ہوں گے۔

ڈاکٹر سبط علی کا سلوک سالار کے ساتھ بہت روکھا ہو جاتا ہے۔ امامہ کو برا لگتا ہے' وہ ان سے کہتی ہے' تب ڈاکٹر سبط علی اس کو نصیحت کرتے ہیں کہ عورت کو اپنا گھر کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

امامہ سالار کے ساتھ کھانا کھانے ریسٹورنٹ میں جاتی ہے۔ ایک ویٹر سالار کو ایک چٹ لا کر دیتا ہے "آپ یہ جگہ فوراً چھوڑ دیں۔" سالار جانے لگتا ہے، لیکن تب ہی امامہ کے باپ اور بھائی وہاں آجاتے ہیں۔ وہ سالار پر حملہ کرتے ہیں۔

آٹھویں قسط

حاصل و محصول

اس نے سالار سے آخری خطبہ کے بارے میں ایک دن پہلے بھی پوچھا تھا۔ تب وہ جبل رحمت پر کھڑے تھے۔

"تمہیں آخری خطبہ کیوں یاد آگیا؟" سالار نے کچھ حیران ہو کر اسے دیکھا۔ وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے جبل رحمت پر نوافل ادا کر کے فارغ ہوئے تھے۔

"یہیں پر آخری حج کے اجتماع سے خطاب کیا تھا نا انہوں نے؟" وہ جبل رحمت کی چوٹی کے دامن کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔" سالار نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے نیچے جھانکا۔ ان دونوں کے کپڑے اب ہوا سے پھڑپھڑا رہے تھے۔ وہ دوپہر کا وقت تھا۔ تیز دھوپ اور لو جیسی ہوا کے تھپیڑوں میں وہ اس سے خون جما دینے والے سوال کرنے والی تھی۔

"تمہیں ان کا خطبہ یاد ہے؟" امامہ نے اس سے پوچھا۔

"سارا تو نہیں۔" سالار یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اٹکا۔ "بس چند احکامات یاد ہوں گے۔" اس نے بات مکمل کی تھی۔

"جیسے؟" امامہ نے مدھم آواز میں دل گردہ نکال دینے والی بے رحمی کے ساتھ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا تھا۔ سالار اس کی نظروں سے نظریں ہٹا نہیں سکا۔ وہ بڑی نازک جگہ پر کھڑا کر کے اس سے اس کی زندگی کا مشکل ترین سوال پوچھ رہی تھی اور سوال کا جواب۔۔۔ ان کے درمیان آنے والی خاموشی کے وقفے میں بھی تھا۔

"مجھے ٹھیک سے وہ احکامات بھی یاد نہیں، میں ایک بار آخری خطبے کو دوبارہ پڑھوں گا۔ پھر تم پوچھ لینا۔ جو پوچھنا چاہتی ہو۔" سالار نے بچنے کی ایک آخری کوشش کی تھی اور ناکام رہا۔

"مجھے پورا یاد ہے اور آج یہاں کھڑی ہوں تو اور بھی یاد آرہا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں، آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خطبہ یہیں کیوں دیا تھا۔ اس پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر جس پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس سال کے بعد آپس میں ملائے اور بخشے گئے۔" وہ اب کچھ سوچنے والے انداز میں بول رہی تھی۔

"شاید اس لیے کیونکہ دنیا کا آغاز انہیں دو انسانوں سے ہوا اور دین مکمل ہونے کا اعلان بھی اسی میدان میں ہوا اور اسی میدان میں ایک دن دنیا کا خاتمہ ہوگا۔" سالار لقمہ دیے بغیر نہیں رہ سکا۔

امامہ ہنس پڑی تھی۔

"تم ہنسیں کیوں؟" سالار الجھا۔

"تم تو کہہ رہے تھے تم کو وہ چند احکامات بھی یاد نہیں۔۔۔ اب یہ کیسے یاد آگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس میدان میں دین مکمل ہونے کا اعلان کیا تھا۔"

سالار لاجواب ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ امامہ کو کوئی توجیہہ ڈھونڈ کر پیش کرتا' اس نے اسی پُرسوچ انداز میں اس سے کہا۔

"مجھے لگتا ہے' وہ آخری خطبہ دنیا کے ہر انسان کے لیے تھا۔ ہم سب کے لیے... آج کے آدم اور حوا کے لیے... اگر وہ سارے احکامات جو اس آخری خطبہ کا حصہ تھے۔ ہم سب نے اپنائے ہوتے یا اپنا لیں تو دنیا اس بے سکونی اور بگاڑ کا شکار نہ ہوتی... جہاں ہم آج کھڑے ہیں... اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے لیے آخری وصیت تھی تو ہم بہت بدقسمت ہیں کہ ان کی سنت تو ایک طرف ان کی وصیت تک ہمیں یاد نہیں... عمل کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

وہ کچھ جذباتی انداز میں بولتی گئی تھی اور سالار کو پتہ تھا یہ گفتگو کہاں جا رہی تھی۔ وہ عورت ساڑھے نو سال پہلے بھی اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال سکتی تھی اور تب بھی نکال رہی تھی۔

"تم کو سود کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پتا ہیں نا اس آخری خطبے کے؟" وہ تلوار اس کی گردن پر آگری تھی' جس سے وہ اب تک بچنے کی کوشش کرتا آیا تھا۔ وہ کس جگہ پر کھڑی اس سے کیا پوچھ رہی تھی۔ ایسی ندامت تو کبھی خانہ کعبہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر اسے نہیں ہوئی تھی' جتنی اس وقت جبل رحمت پر اس جگہ کھڑے ہو کر اسے ہوئی تھی' جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے بارے میں احکامات دیے تھے۔ سالار کو چند لمحوں کے لیے لگا جیسے جبل رحمت پر پڑے ہر پتھر نے اس پر لعنت بھیجی تھی۔ پسینہ ماتھے پر نہیں... پیروں کے تلووں تک آیا تھا۔ اسے لگا تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا تھا اور بس وہ تھے جن کی نظروں میں اس کے لیے ملامت نہیں افسوس تھا... پھر وہ وہاں ٹھہر نہیں سکا' سر جھکائے تیز قدموں سے امامہ کا انتظار کیے بغیر جبل رحمت سے اُترتا چلا گیا۔ وہ رحمت کا حق دار نہیں تھا تو جبل رحمت پر کیسے کھڑا ہو پاتا۔ اسے نیچے اتر کر محسوس ہوا تھا۔

اور آج امامہ نے وہ سوال حرم میں کر دیا تھا۔ سالار نے اس سے اس بار یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ اس سے کیا مانگے گی۔ اس نے اس کے بالمقابل کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حرم کے صحن سے نکلنے سے پہلے امامہ سے کہا تھا۔

"میں سود جب بھی چھوڑوں گا' تمہارے لیے نہیں چھوڑوں گا... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑوں گا۔" امامہ نے اس کے اعلان کو سنا اور پھر بڑی ٹھنڈی آواز میں کہا۔

"تو پھر ان ہی کے لیے چھوڑ دو۔"

سالار ہل نہیں سکا۔ یہ عورت اس کی زندگی میں پتا نہیں کس لیے آئی یا لائی گئی تھی۔ اس کو اکنامکس اور حساب کے ہر سوال کا جواب آتا تھا۔ سوائے اس ایک جواب کے۔

"تم تو حافظ قرآن ہو سالار... پھر بھی اتنی بڑی Violation (خلاف ورزی) کر رہے ہو' قرآن پاک اور اللہ کے احکامات کی۔" امامہ نے اس کے ساتھ حرم سے باہر جاتے ہوئے کہا۔

"تم جانتی ہو میں انوسٹمنٹ بینکنگ کروا رہا ہوں لوگوں کو اور..."

امامہ نے سالار کی بات کاٹ دی۔ "تم کو یقین ہے کہ تم انوسٹمنٹ بینکنگ میں جو بھی کر رہے ہو' اس میں سود کا ذرہ تک شامل نہیں ہے؟"

سالار کچھ دیر تک بول نہیں سکا' پھر اس نے کہا۔

"تم بینکنگ کے بارے میں میرا موقف (stance) جانتی ہو... چلو میں چھوڑ بھی دیتا ہوں یہ... بالکل' ہر مسلم

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھوڑ دے بینکوں کو۔۔۔ اس کے بعد کیا ہو گا۔۔۔ حرام حلال میں تبدیل ہو جائے گا؟" اس نے بڑی سنجیدگی سے اس سے کہا تھا۔

"ابھی تو ہم حرام کام ہی سہی' مگر اس سسٹم کے اندر رہ کر اس سسٹم کو سمجھ رہے ہیں' ایک وقت آئے گا جب ہم ایک متوازی اسلامک اکنامک سسٹم لے آئیں گے اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے نہیں آئے گا۔"

"اور ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا۔" امامہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ "کم سے کم میری اور تمہاری زندگی میں تو نہیں۔"

"تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟"

"سود جن لوگوں کے خون میں رزق بن کر دوڑنے لگ جائے' وہ سود کو مٹانے کا کبھی نہیں سوچیں گے۔"

سالار کو ایک لمحہ کے لیے لگا۔ امامہ نے اس کے چہرے پر طمانچہ دے مارا تھا۔ بات کڑوی تھی۔۔۔ پر بات سچی تھی۔ تھوک سکتا تھا۔۔۔ پر کڑواہٹ زائل نہیں کر سکتا تھا۔

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اگر چیزوں کو بدل نہیں سکتے تو اپنی قابلیت ایک غلط کام کو عروج پر پہنچانے کے لیے مت استعمال کرو۔"

وہ اسی امامہ کی محبت میں گرفتار ہوا تھا' اور آج وہ بیوی بن کر ویسی ہی باتیں دہرا رہی تھی تو سالار کو خفگی ہو رہی تھی یا شاید وہ شرمندگی تھی' جو اسے امامہ سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہنے دے رہی تھی۔ اس نے کیا' کیا نہیں کیا تھا۔ اس عورت کو مطیع اور فرماں بردار کرنے کے لیے۔۔۔ اور ابھی کچھ دیر پہلے حرم میں وہ اس سے اپنی محبت اور اطاعت کا اعلان بھی کر رہی تھی۔ اپنی غیر مشروط اور دائمی محبت اور وابستگی کا۔۔۔ اور اس اعلان کے بعد بھی وہ صحیح اور غلط کی واضح تمیز لیے بیٹھی تھی' جو صحیح تھا وہ محبت اور اطاعت بھی غلط نہیں کہلوا سکتی تھی۔ امامہ ہاشم کی زبان سے۔

سالار سکندر کو اس سے ایک بار پھر حسد ہوا تھا۔ کیا اس کی زندگی میں ایسا کوئی وقت آنا تھا جب وہ امامہ ہاشم کے سامنے دیو بنتا اور بنا ہی رہتا' بونا نہ بنتا۔۔۔ فرشتہ دکھتا اور دکھتا ہی رہتا' شیطان نہ دکھتا؟

"میں آخری خطبہ پڑھوں گا۔" کہنا وہ کچھ اور چاہتا تھا اور کہہ کچھ اور دیا تھا۔

"مجھ سے سنو گے؟" امامہ نے اس کا ہاتھ تھامتے حرم سے باہر نکلتے ہوئے بڑے اشتیاق سے کہا۔

"تمہیں زبانی یاد ہے؟" سالار نے بغیر حیران ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

"اتنی بار پڑھا ہے کہ لگتا ہے زبانی دہرا سکتی ہوں۔" وہ اب جیسے کچھ یاد کر رہی تھی۔

"سناؤ۔۔۔" سالار نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"آدم۔۔۔" مکہ کی زمین پر کئی سو سال بعد اس خطبہ کو حوا کی زبان سے سننے کی تیاری کر رہا تھا' جو کئی سو سال پہلے آخری نبی الزماںؐ نے دین کی تکمیل کا اعلان کرتے ہوئے دنیا بھر کے انسانوں کے لیے دیا تھا۔۔۔ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں۔

☼ ☼ ☼

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' ہم اسی کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اسی سے مدد و مغفرت چاہتے ہیں اور اسی کے سامنے توبہ کرتے ہیں اور اسی کے دامن میں اپنے نفس کی خرابیوں اور برے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے' اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے' اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ اکیلا ہے اور

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔
اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اور اپنے خطبے کا آغاز نیک بات سے کرتا ہوں۔ لوگو! سنو میں تمہیں وضاحت سے بتاتا ہوں کیونکہ شاید اس کے بعد کبھی تم سے اس جگہ مل نہ سکوں۔
اچھی طرح سن لو تم میں سے جو حاضر نہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہنچادے ممکن ہے اگلے لوگ یہاں موجود لوگوں کی نسبت ان باتوں کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھیں اور ان کی حفاظت فرمائیں۔
اے لوگو۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور میں آج سے تمام سود کالعدم قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے وہ سود معاف کرتا ہوں جو لوگوں نے میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کو ادا کرنا ہے۔
البتہ تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان ہے نہ تمہارا۔۔۔

☼ ☼ ☼

پینتیس سالہ غلام فرید ذات کا کمہار اور پیشے کے لحاظ سے ایک اسکول کا چوکیدار تھا۔ گاؤں میں رہتا تھا لیکن شہر میں بسنے کے خواب دیکھتا تھا اور خواب صرف شہر میں آباد ہونے کا نہیں تھا جو وہ اپنی آنکھوں میں سجائے پھرتا تھا۔ اسے راتوں رات امیر ہونے کا بھی بڑا شوق اور شوق سے زیادہ حسرت تھی۔ ویسا امیر ہونے کا جیسے اس کے کئی دوست گاؤں سے دبئی یا سعودی عرب جاکر ہوگئے تھے۔ اس کے پاس وسائل نہیں تھے۔ ورنہ وہ انہیں دوستوں میں سے کسی کی منت سماجت کرکے خود بھی سعودی عرب یا دبئی جاکر ہی امیر ہوتا وسائل تو شاید وہ کسی نہ کسی طرح پیدا کرہی لیتا اگر اس کی شادی بائیس سال میں ہی اس کی ماں نے اپنے بھائی کی بیٹی سے نہ کردی ہوتی۔
وہ سات بہنوں کا اکلوتا اور سب سے بڑا بھائی تھا جس کی شادی کا خواب ماں نے اس کے پیدا ہوتے ہی سجالیا تھا۔ دھوم دھام کی شادی نے اگلے کئی سال غلام فرید کو وہ قرض اتارنے میں مصروف رکھا۔ جو اس کی شادی پر ماں باپ نے خاندان والوں سے چھوٹی بڑی رقمیں کرکے لیا تھا اور جب وہ قرض ختم ہوا تو اسے بہنوں کی شادی پر قرض لینا پڑا اور اس بار خاندان والوں سے قرض نہ ملنے پر اس نے سود پر قرض لیا تھا۔ سات بہنیں تھیں اور ہر سال کسی نہ کسی کی شادی آجاتی۔۔۔ پچھلا قرضہ وہیں کھڑا رہتا۔ مزید قرضہ سر پر چڑھ جاتا اور پھر ایک کے بعد ایک بچے کی پیدائش۔۔۔ غلام فرید کو کبھی کبھار لگتا اس کا نام غلام قرض ہونا چاہیے تھا غلام فرید کے بجائے۔۔۔
شادی کے تیرہ سالوں میں قرض کی ہر رقم تو اس نے اتار دی تھی لیکن سود کی رقم اس کے سر پر اس کے سر کے بالوں سے بھی زیادہ ہوگئی تھی۔ اس کی بیوی بھی اسی اسکول کی عمارت میں صفائی کا کام کرتی تھی۔ جس اسکول میں وہ چوکیدار تھا۔ دو بڑے بچے بھی گاؤں کی دو دکانوں پر کام کرتے تھے۔
ایک چائے کے ایک کھوکھے پر کام کرتا تھا۔ دوسرا ایک ورکشاپ میں موٹر سائیکلیں دھونے کا کام دس گیارہ سال کی عمر میں وہ دو بچے یہ ہی کرسکتے تھے۔ انہیں تنخواہ نہیں دیہاڑی ملتی تھی اور اسی دیہاڑی سے گھر کی دال روٹی چلتی تھی کیونکہ نسیمہ اور غلام فرید کی تو ساری کی ساری تنخواہ ہر ماہ سود میں چلی جاتی تھی۔ کئی سالوں سے سود کی وہ سل پھر بھی ان کے سینے سے ہٹتی ہی نہ تھی۔ بوجھ تھا کہ بڑھتا ہی گیا تھا۔
غلام فرید کو دن میں چوکیداری کرنی ہوتی تھی پر عجیب بات تھی کہ نیند اسے راتوں کو بھی نہیں آتی تھی۔ وہ صرف اتنا پڑھا لکھا تھا کہ جمع تفریق اور جوڑ توڑ کرکے قرآن پاک پڑھ لیتا۔۔۔ اور اس کی زندگی بس جمع تفریق ہی رہ گئی تھی اور اس جمع تفریق نے قرآن پاک کو جوڑ توڑ کرکے پڑھنے کا وقت بھی کھالیا تھا۔
پینتیس سال کی عمر میں بھی کئی بار اسے لگتا وہ پچاس سال کا تھا۔ کئی بار اسے لگتا وہ سو سال کا ہوگیا تھا اور کئی بار

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے لگتا وہ مر گیا ہے۔ مرنے والا ہے' مر رہا ہے' پتا نہیں وہ عمر کا کون سا سال ہوتا ہے جو ایسی کیفیت کے ساتھ گزرتا ہے۔

کئی بار وہ سوچتا تھا' وہ ایک رات چپکے سے بیوی' بچوں کے ساتھ گاؤں سے بھاگ جائے۔ کسی دوسرے شہر۔۔۔ دنیا کے کسی دوسرے کونے پر۔۔۔ جہاں پر وہ اس سود سے آزاد ہوتے۔۔۔ غلام فرید جی بھر کر رات کو سوتا اور پھر وہ اس کی۔ بیوی اور بچے جو کماتے خود پر خرچ کرتے۔۔۔ تین وقت کا ڈھیر سارا کھانا پکاتے اور کھاتے پیٹ بھر کے۔۔۔ اور جو بچتا وہ کسی کو دے دیتے۔۔۔ برتن چاٹ چاٹ کر اور روٹی کے آخری لقمے سے پلیٹیں پونچھنے کے بجائے۔۔۔

سال میں دس بیس نہیں تو دو چار تو اچھے سے جوڑے سلواتے اپنے اور سب بچوں کے لیے۔۔۔ گاؤں کے امیر خاندانوں کے بچوں اور افراد کی اُترن پہننے کے بجائے۔۔۔ اور لنڈا بازار سے خریدے ہوئے کپڑے پہن کر عیدیں گزارنے کے بجائے۔۔۔

اور پھر ایک گھر بناتے۔۔۔ اپنا گھر۔۔۔ پکی اینٹوں اور پلستر والا پکی چھت والا گھر۔۔۔ شاید ڈبل اسٹوری ہی بنوا لیتے۔۔۔ اور صحن کے فرش میں چپس ڈلواتے۔۔۔ پانی کی موٹر لگواتے۔۔۔ شاید اے سی بھی۔۔۔ اور فریج۔۔۔ ٹی وی۔۔۔ اچھا سا فرنیچر۔۔۔ اور لش پش کرتے پردے۔۔۔ اور چینی کے برتن اور پھر وہ اس کے بچے زمین کے بجائے ٹیبل اور کرسیوں پر بیٹھ کر کانٹے اور چمچے سے ان چینی کے برتنوں میں کھانا کھاتے۔۔۔

غلام فرید کے خوابوں کی ریل گاڑی ساری رات چھکا چھک چلتی رہتی۔۔۔ ہر اسٹیشن پر رکتی کچھ اور خواب اٹھاتی اور پٹڑی پر پھر دوڑنے لگتی اور پھر دوڑتے دوڑتے وہیں آکر رک جاتی' جہاں سے وہ چلی تھی۔۔۔ رات گزر جاتی۔۔۔ زندگی بھی گزر رہی تھی اور غلام فرید کو پتا تھا وہ اپنی رات کو خوابوں میں گزار سکتا ہے' زندگی کو نہیں۔

گاؤں سے بھاگ جانا آسان تھا۔ مگر ان لوگوں سے چھپ جانا نہیں جن سے وہ قرضہ لیے بیٹھا تھا اور قرضہ ادا ہونے کے باوجود سود وہیں کا وہیں کھڑا تھا۔ وہ لوگ اس کی چمڑی ادھیڑنے پر قادر تھے اور اس کو کتوں کے سامنے بھی پھنکوا دیتے۔۔۔ اور غلام فرید بچوں اور ایک بیوی کے ساتھ ساری عمر کے لیے کہاں چھپ جاتا کہ دوبارہ کسی کو نظر نہ آتا۔ اپنے اور اپنی بیوی کے خاندان والوں کو ہمیشہ کے لیے کیسے چھوڑ دیتا کہ دوبارہ کبھی رابطہ ہی نہ کرتا۔

راہ فرار غلام فرید کے پاس نہیں تھی اور اگر کوئی تھی تو صرف ایک۔۔۔ وہ امیر ہو جاتا اور پتا نہیں کیوں' لیکن غلام فرید کو لگتا تھا کہ وہ امیر ہو سکتا تھا۔

امیر ہونا اس وقت غلام فرید کی زندگی کی واحد ترجیح تھی۔ حالات اور ہوتے اور اس کا بال بال سود میں نہ بندھا ہوتا تو شاید غلام فرید اس وقت اپنی زندگی کو مختلف ترجیحات کے ساتھ گزار رہا ہوتا۔ وہ اس اسکول کے دوسرے نچلے درجے کے ملازمین کی طرح تنخواہ اور چھوٹی موٹی محنت مزدوری میں بڑی اچھی زندگی گزار رہا ہوتا' اپنے بچوں کے بارے میں سوچ رہا ہوتا' کس کو کیا پڑھانا ہے اور کیا مستقبل بنانا ہے' مگر غلام فرید کو اس سود نے کسی قابل نہیں چھوڑا تھا جو اسے ورثے میں ملا تھا اور جس نے اسے عمر سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اے لوگو! میں نے تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑی ہے کہ تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تم لوگ غلو سے بچو' کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی کے باعث ہلاک ہوئے۔

☼ ☼ ☼

چنی غلامِ فرید کی آخری اولاد تھی۔ اگر نسیمہ کی زندگی رہتی اور وہ سب کچھ نہ ہوتا جو ہو گیا تو شاید وہ آخری اولاد

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہ ہوئی' بیچ کی اولاد ہوتی اور اس کا نمبر کیا ہوتا اس کا اندازہ کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر وہ غلام فرید کی آخری اولاد زندگی کی ایک اسٹیج پر اس کی واحد اولاد رہ جانے والی تھی' یہ غلام فرید کو نہیں پتا تھا' پتا ہوتا تو شاید وہ واحد اولاد بھی زندہ نہ رہ پاتی۔

ڈیڑھ سالہ چنی کو اس کی پیدائش سے پہلے کئی بار مارنے کی کوشش کی گئی تھی۔ نسیمہ کو جب اپنے نویں بار حاملہ ہونے کا اندازہ ہوا تو اس نے گاؤں میں دائی سے ملنے والی ہر اس چیز کا استعمال کیا تھا' جس سے اسقاط حمل ہو جاتا۔ چنی کو تو کچھ نہیں ہوا' لیکن خود نسیمہ ان مضر صحت ادویات کے استعمال سے کئی قسم کی بیماریوں کا شکار ہو گئی۔

چنی کو مارنے کی ایک کوشش تب بھی کی گئی' جب ساتویں مہینے طبیعت زیادہ خراب ہونے پر نسیمہ کو شہر جانا پڑا اور وہاں الٹرا ساؤنڈ میں اپنے ہونے والے بچے کی جنس کا اسے پتا چل گیا تھا۔ نویں اولاد لڑکی ہونے کا مطلب تھا کہ اس کی بیٹیوں کی تعداد چھ ہو جاتی۔۔۔ نسیمہ کو جیسے غش آگیا تھا۔ سات بہنیں بیاہتے بیاہتے غلام فرید اور اس کا یہ حال ہو گیا تھا۔ چھ بیٹیاں بیاہتے ہوئے انہیں اب کون سے دوزخ سے گزرنا تھا۔ نسیمہ نے سوچا تھا اور اس خیال نے آخری دو' تین مہینے میں ہر وہ بد احتیاطی کرنے پر اسے اکسایا تھا جس سے وہ بچی جان سے چلی جاتی۔۔۔ یہ نسیمہ کی خوش قسمتی تھی کہ ان سب بے احتیاطیوں میں وہ خود جان سے ہاتھ نہیں دھو بیٹھی۔

چنی صحت مند پیدا ہوئی تھی۔ یعنی صحت کے اس معیار کے مطابق صحت مند تھی' جس پر اس کے بہن' بھائی اور ماں' باپ پورا اترتے تھے۔ اس کا پیدا ہونا جیسے اس کی اپنی ذمہ داری بن گئی تھی۔ (اس کی ماں کی لاتعداد اسقاط حمل کی کوششوں کے بعد۔۔۔) اور جیسے اس کا پلنا بھی اس کی اپنی ہی ذمہ داری ہو گیا تھا۔ ماں کو ہفتے بعد ہی واپس ڈیوٹی پر جانا تھا۔ یہ کوئی شہر نہیں تھا کہ میٹرنٹی لیو جیسی سہولت سے اسے نوازا جاتا اور وہ بھی نویں بچے کی پیدائش پر۔۔۔ باپ کے پاس پہلے ہی اپنے بچوں کے لیے وقت نہیں تھا۔ وقت شاید ایک بہت بڑا حق تھا اور ایسا حق جس سے کوئی وہاں واقف ہی نہیں تھا۔ غلام فرید کو اگر احساس ہوا تھا تو صرف یہ کہ اس کے سر اور کندھوں کا بوجھ ایک بیٹی کی پیدائش نے بڑھا دیا تھا۔

دو کمروں کا وہ گھر جو غلام فرید کا واحد خاندانی ترکہ تھا۔ چنی کی پیدائش کے چند ہفتوں بعد سود میں گروی رکھا گیا تھا۔ اسکول نے غلام فرید کی اس مشکل وقت میں مدد کی اور اسے ایک کوارٹر مل گیا رہائش کے لیے' جس میں صرف ایک کمرہ تھا' مگر وہ بھی غنیمت تھا' فی الحال غلام فرید کو۔۔۔ پر چنی' ماں باپ کو اس حوالے سے خوب یاد رہی کہ اس کی پیدائش نے انہیں بے گھر کیا تھا۔ چنی کی خوش قسمتی یہ تھی کہ روایتی انداز میں اس پر منحوس کا لیبل نہیں لگا اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ غلام فرید کو اپنے ہر بچے کی پیدائش پر کوئی نہ کوئی بری خبر ملتی رہی تھی۔ اسے کوئی بھی ایسی اولاد یاد نہیں تھی' جس کے دنیا میں آنے سے غلام فرید کی زندگی میں کوئی آسانی پیدا ہوئی تھی۔

نحیف و نزار اور سانولی رنگت والی چنی سارا دن گرمی میں بان کی ایک چارپائی پر ایک کپڑے پر پڑی رہتی۔ روتی' کلبلاتی' پھر خود ہی انگوٹھا چوستی اور سو جاتی۔۔۔ کسی بہن کو خیال آجاتا تو چنی کو اس کے سستے سے پلاسٹک کے اس فیڈر میں دودھ مل جاتا' جس میں اس کے ہر بہن' بھائی نے دودھ پیا تھا اور جو اتنے سالوں میں اتنا گدلا' میلا اور گھس گیا تھا کہ اس میں ڈالا ہوا دودھ بھی میلا دکھنے لگتا۔ وہ بلاشبہ جراثیم کی آماجگاہ تھا' لیکن چنی کی خوش قسمتی یہ تھی کہ وہ غریب کی اولاد تھی اور غریب کی اولاد بھوک سے مرجاتی ہے۔ گندگی سے نہیں۔

پورے دن میں ایک آدھ بار ملنے والا دودھ کا فیڈر وہ واحد غذا تھا جس پر چنی سارا دن گزارتی تھی۔ اس سے زیادہ خوراک غلام فرید کے گھر میں کسی بچے کو نہیں ملی تھی۔ سوائے اس کے پہلے دو بیٹوں کے' نسیمہ شام کو تھکی ہاری آتی اور جو بھی روکھی سوکھی ملتی وہ کھا کر کمرے کے ایک کونے میں اپنے کسی بچے سے ٹانگیں دبواتی لیٹتی اور وہیں سو

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جاتی' اسے خیال ہی نہیں آتا تھا کہ اس کمرے میں اس کی ایک نوزائیدہ اولاد بھی تھی۔ ہاں بھی کبھار وہ اس وقت چنی کو ضرور دیکھنے بیٹھ جاتی تھی۔ جب بڑی بچیوں میں سے کسی کو اچانک وہم ہوتا کہ چنی شاید مرگئی تھی' کیونکہ وہ کبھی سانس نہیں لے پاتی اور کبھی اس کا جسم اتنا ٹھنڈا اور نیلا ہو جاتا کہ نسیمہ کو لگتا شاید اس کا بوجھ واقعی کم ہو گیا تھا۔ لیکن۔۔۔ لیکن چنی اپنے ماں' باپ کے سب ارمانوں پر پانی پھیرتے ہوئے پھر سانس لینا شروع کر دیتی۔ پتا نہیں یہ اس کی ڈھٹائی تھی یا غلام فرید اور اس کی بیوی کی وہ بدقسمتی جس نے سوچ لیا تھا کہ وہ کبھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔

بھوک واحد مسئلہ نہیں تھا جس کا سامنا چنی کو تھا۔ ایک اور مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ سارا سارا دن پیشاب اور پاخانہ میں لتھڑی پڑی رہتی اور اس کی بہنیں' ماں کی ہدایات کے باوجود اسے صاف نہیں کرتیں۔ ان کا قصور نہیں تھا۔ سات اور نو سال کی بچیوں کو اگر چنی سے کراہیت محسوس ہوتی تھی تو ٹھیک ہی ہوتی تھی۔ نسیمہ گھر آتی' پہلے ان دونوں کو پیٹتی' پھر چنی کو دھوتی اور بچوں میں سے کسی کو پکڑا دیتی۔ چنی کے جسم پر کھجلی ہوئی اور پھر اس حد تک ہوئی کہ اس کی جلد جیسے عادی ہو کر خود ہی ٹھیک ہوتی گئی تھی شاید چنی کی یادداشت کام کرتی تو وہ بتا سکتی کہ اسے سب سے زیادہ تکلیف کس چیز سے ہوتی تھی' بھوک سے' جسم پر پھیلے ہوئے ان گرمی دانوں سے جو جلدی خارش میں تبدیل ہو گئے تھے اور ان سے کئی بار پانی بھی رسنے لگتا تھا یا پھر اس گندگی سے جس میں وہ سارا دن اور ساری رات لتھڑی پڑی رہتی تھی اور کوئی اس کی پروا نہیں کرتا تھا۔ اس چھوٹے سے کمرے میں ہر جگہ سب رات کو بے سدھ آڑھے ٹیڑھے سوئے ہوئے ہوتے تھے صرف غلام فرید تھا جو باہر چارپائی ڈال کر کبھی بیٹھا اور کبھی لیٹا رہتا تھا۔

کئی ہفتوں تک کسی کو یہ خیال ہی نہیں آیا کہ چنی کی پیدائش رجسٹر کروانی چاہیے۔ اس کا کوئی نام ہونا چاہیے۔ چنی نام اسے اس کی ماں نے اس کی جسامت دیکھ کر دیا تھا اور سب اسے اسی نام سے پکارنے لگے تھے۔ پھر گاؤں میں حفاظتی ٹیکوں کی مہم والے آئے تو غلام فرید کو چنی کا نام اور پیدائش رجسٹر کروانی پڑی۔ غلام فرید نے اس کی پیدائش رجسٹر کروانے کے لیے بھی تین سو روپے کسی سے ادھار لیے تھے اور وہ ادھار بھی گاؤں کی مسجد کے امام سے۔۔۔ اور ان تین سو روپے نے غلام فرید کی زندگی میں کیا کردار ادا کرنا تھا۔ اس کا اندازہ نہ غلام فرید کو تھا' نہ ہی اس کی اس نویں اولاد کو' جسے رجسٹر میں کنیز کا نام دیا گیا تھا۔ یہ نام چنی کے لیے کس نے چنا تھا' کسی کو یاد نہیں۔ شاید محلے کی کسی بوڑھی عورت نے۔۔۔ یہ سوچتے ہوئے کہ انسان پر نام کا اثر آتا ہے اور عورت کے لیے سب سے اچھی صفت اطاعت اور فرماں برداری ہے' جو کنیز نام رکھے جانے پر چنی میں بھی کوٹ کوٹ کر بھر جائے گی۔

گاؤں میں کسی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ کنیز ولد غلام فرید عرف چنی کو نہ اس نام کی ضرورت تھی' نہ اس صفت کی۔۔۔ اسے اللہ تعالیٰ نے کسی اور کام کے لیے چنا تھا۔

☼ ☼ ☼

"دیکھو میں نے حق پہنچا دیا ہے۔ بس اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی گئی ہے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچا دے اور بے شک تم سب کو اللہ کی طرف لوٹنا اور حساب دینا ہے۔"

☼ ☼ ☼

امام صاحب سے تین سو روپے کا وہ قرض ہی تھا جس نے غلام فرید کو پہلی بار یہ احساس دلایا کہ امیر بننا اتنا مشکل نہیں تھا جتنا وہ سمجھتا تھا' اور اس گاؤں کے اور بہت سے لوگ تھے جو اسی کی طرح کئی سال یہ خواب پالنے کے بعد بالآخر وہ آسان راستہ یا راستے ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے تھے جن سے امیر بنا جا سکتا تھا۔

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

امام مسجد بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھے' جو صرف آخرت میں ہی جنت نہیں چاہتے تھے' بلکہ اس دنیا میں بھی انہیں جنت کا عیش و آرام چاہیے تھا۔ انہوں نے غلام فرید کو تین سو روپے کا قرض تو دے دیا تھا' مگر ساتھ اس کی یہ ذمہ داری بھی لگادی تھی کہ وہ اس اسکول کے مالکان سے مسجد کے لیے چندہ لے کر انہیں دے۔

غلام فرید نے جہاں مولوی صاحب کو یہ یقین دلایا تھا کہ اسکول کے مالکان بڑے فیاض ہیں' وہاں یہ جھوٹ بھی بولا تھا کہ وہ غلام فرید کو بہت مانتے تھے' اور وہ گاؤں میں کسی کو کچھ بھی دینے دلانے کے لیے غلام فرید سے اکثر مشورہ کرتے تھے اور مسجد کے لیے چندہ تو غلام فرید کے لیے ویسے ہی بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

مولوی صاحب نے غلام فرید کی باتوں پر اندھا اعتماد تو یقیناً" نہیں کیا تھا' ورنہ ایک ہزار روپے کی وہ رقم جو اس نے قرض مانگی تھی' اس کے بجائے صرف تین سو روپے اسے نہ دیتے..... لیکن انہوں نے پھر بھی کسی نہ کسی حد تک غلام فرید کی بات پر یقین ضرور کیا تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ اسکول کے مالکان غلام فرید کو شکل سے تو پہچانتے ہوں گے' لیکن اس کا نام کوئی نہیں جانتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسکول میں کوئی ایک چوکیدار نہیں تھا۔ اسکول کی وسیع و عریض عمارت میں مختلف اوقات میں تین' چار چوکیدار پہرہ دیتے تھے اور غلام فرید ان میں سے ایک تھا اور غلام فرید کو اپنی حیثیت اور اوقات کے بارے میں پتا بھی تھا۔

مولوی صاحب سے تو غلام فرید نے جھوٹ بولا تھا۔ لیکن مولوی صاحب کے بار بار اصرار پر حیلے بہانے بنانے کے بعد اس نے بالآخر اسکول کے مالکان سے مسجد کے لیے چندے کی بات کر ہی لی تھی۔ اسکول کے اس مالک نے مولوی صاحب کو بلوا کر اس چندے کے حوالے سے یہ تفصیلات معلوم کی تھیں کہ انہیں چندہ کس لیے چاہیے تھا اور مولوی صاحب نے چھوٹے موٹے اخراجات کی ایک لمبی تفصیل اسکول کے مالک کے سامنے رکھ دی تھی۔ اسکول کے مالک نے ان اخراجات کی تفصیلات جاننے کے بعد مسجد کے لیے نہ صرف اس وقت کچھ رقم مہیا کی تھی' بلکہ ہر مہینے اسکول کے اخراجات کے لیے ایک معقول رقم دینے کا وعدہ بھی کرلیا تھا۔ مولوی صاحب کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔ ان کا تین سو روپے کا دیا قرض ہزاروں میں تبدیل ہو کر ان کی طرف لوٹا تھا۔ غلام فرید جیسے معمولی آدمی کی حیثیت ان کی نظر میں ایک دم بڑھ گئی تھی اور غلام فرید کو اس گاؤں میں پہلی دفعہ کسی نے عزت دی تھی' وہ بھی گاؤں کی مسجد کے امام نے..... جس نے نہ صرف اس جمعے کے خطبے میں لاؤڈ اسپیکر پر اسکول کی انتظامیہ اور مالکان کی دردمندی کے قصیدے پڑھے تھے بلکہ غلام فرید کی کوششوں کو بھی سراہا تھا۔ جس کی کوششوں سے مسجد کے پاس یہ رقم آئی تھی۔

مسجد میں جمعے کے خطبے کے دوران بیٹھے ہوئے غلام فرید کا سینہ خوامخواہ میں چوڑا ہو گیا تھا اس دن۔

اسکول کے مالک نے یہ رقم ہر ماہ غلام فرید کے ذریعے ہی مولوی صاحب کو پہنچانے کا وعدہ کیا تھا اور اس کے ساتھ غلام فرید کو یہ ذمہ داری بھی سونپ دی تھی کہ وہ مسجد میں اس رقم کے صحیح استعمال پر نظر رکھے' اور یہ دیکھتا رہے کہ وہ رقم ان چیزوں پر خرچ ہو رہی ہے جن اخراجات کا ذکر اس فہرست میں تھا جو مولوی صاحب نے اسکول کے مالک کو دی تھی۔ غلام فرید کو سونپی جانے والی اس ذمہ داری نے مولوی صاحب کے لیے اس کی اہمیت کو دگنا کردیا تھا۔ اگر مولوی صاحب نے یہ رقم واقعی مسجد کے انتظام و انصرام پر لگانی ہوتی تو انہیں غلام فرید کی اس طرح عزت و قدر کرنے اور جتانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ مگر مولوی صاحب کو یہ رقم اپنے لیے چاہیے تھی

گاؤں کے دوسرے زمین دار اور صاحب حیثیت لوگوں سے وصول پائے جانے والے چندوں کی طرح جن کے بارے میں کوئی مولوی صاحب سے استعمال کے حوالے سے سوال جواب نہیں کرتا تھا۔ البتہ ان سب لوگوں کو جمعہ کی نماز کے خطبے کے دوران لاؤڈ اسپیکر پر اس چندے کا اعلان چاہیے ہوتا تھا اور مولوی

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صاحب اس اعلان کو قصیدوں کے تڑکے کے ساتھ پیش کرنے کے ماہر تھے۔ یہ پہلی بار ہوا تھا کہ کسی نے مسجد کے لیے دیے جانے والے پیسوں کے حوالے سے جواب دہی کا سسٹم بنانے کی کوشش کی تھی جو مولوی صاحب کو قابل قبول نہیں تھا، لیکن چندے کی ماہانہ رقم کو ٹھکرانے کا حوصلہ بھی ان میں نہیں تھا۔

اسکول کا مالک وہاں دوسرے مہینے آیا تھا اور مولوی صاحب نے غلام فرید کے ساتھ مل کر مسجد میں ہونے والی تمام مرمتیں اسے دکھائی تھیں۔ وہ مطمئن ہو کر لوٹا تھا۔ مگر یہ صرف اسی مہینے ہوا تھا۔ دوسرے مہینے غلام فرید کے ہاتھ سے وصول پائی جانے والی رقم کا مولوی صاحب نے کیا کیا تھا، اس کا غلام فرید کو اندازہ بھی نہیں ہو سکا۔ وہ مسجد میں دو چار بار گیا تھا اور اس کا خوب اچھی طرح استقبال کیا تھا مولوی صاحب نے۔ اپنے گھر سے کھانا، پانی، چائے بھی اسے دی ۔۔ تھی، لیکن اس ماہانہ چندے کے استعمال کے بارے میں صرف آئیں بائیں شائیں ہوتا رہا تھا۔ غلام فرید کو چندے کے صحیح استعمال میں کوئی زیادہ دلچسپی نہیں تھی، اس کے لیے عام حالات میں اتنا ہی کافی ہوتا کہ مولوی صاحب اسے گوشت کھلا رہے تھے، مگر فی الحال مسئلہ یہ تھا کہ غلام فرید اپنے ہاتھ سے ہر مہینے بیس ہزار کی رقم جس مشکل سے مولوی صاحب کو دے رہا تھا وہ غلام فرید ہی جانتا تھا۔ مگر اسے خوف تھا تو صرف اللہ کا۔۔ کہ وہ مسجد کا پیسہ تھا اور وہ اس کا امانت دار بن گیا تھا، مگر اس پیسے کا مولوی صاحب کے ہاتھوں غائب ہونا اس سے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

مولوی صاحب نے اس کے دل سے مسجد کے پیسے کے لیے اللہ کے خوف کو ختم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ اگر مولوی صاحب چندے کے پیسے کو لوٹ کے مال کی طرح استعمال کر سکتے تھے تو پھر غلام فرید کو بھی حق تھا۔ اس کی بھی ضروریات تھیں۔ وہ بھی مجبور تھا۔ اس کے سر پر تو قرضہ بھی تھا۔ غلام فرید چار مہینے اپنے دل میں یہ ہمت پیدا کرتا رہا کہ وہ مولوی صاحب سے اس سلسلے میں بات کرے۔ اسے بھی اس پیسے کا مسجد میں صحیح استعمال نہیں چاہیے تھا اور نہ ہی اسے مولوی صاحب کے اس مرغ مسلم میں دلچسپی رہ گئی تھی جو وہ اس کی اپنے گھر آمد پر اس کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ اسے ان پیسوں میں سے اپنا حصہ چاہیے تھا۔ وہ رقم آدھی آدھی ہونی چاہیے تھی اور اگر آدھی آدھی نہیں ہو سکتی تھی تو کم از کم پانچ ہزار تو اسے ملنا ہی چاہیے تھا۔ اسکول کے مالک نے پہلے مہینے کے بعد کسی مہینے مسجد میں جا کر مولوی صاحب سے ان چیزوں کو دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جن پر اس کی رقم خرچ ہوئی تھی۔ مسجد میں صفوں کے بجائے قالین، رنگ روغن اور باتھ روم میں ٹائلز لگوا کر اسے یہ اطمینان ہو گیا تھا۔ کہ اس نے مسجد کو اب بہتر کر دیا تھا اور اس کے ہر ماہ بھیجے گئے پیسوں سے مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم کے لیے آنے والے بچوں اور مسجد کے اور دوسرے بنیادی قسم کے اخراجات پورے ہوتے رہیں گے۔

غلام فرید نگران تھا کہ وہ یہ دیکھے کہ مسجد میں آنے والے بچوں کو قرآن پاک، قاعدے اور سپارے مسجد ہی مہیا کرے اور اسی طرح کی دوسری چیزیں، غلام فرید کو دوسرے مہینے ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ مسجد میں آنے والے کسی بچے کو مسجد سے کچھ نہیں مل رہا تھا اور اگر کچھ مل رہا تھا تو بالکل مفت تو نہیں مل رہا تھا۔ یہ اس کے اضطراب اور بے چینی کا آغاز تھا اور یہ دونوں کیفیات انتہا پر تب پہنچ گئی تھیں جب چوتھے مہینے مولوی صاحب نے نیا موٹر سائیکل خرید لیا تھا۔

غلام فرید انہیں اگلے مہینے کے پیسے دینے گیا تھا اور ان کی نئی موٹر سائیکل کو دیکھ کر وہ اس قدر حسد اور خفگی کا شکار ہوا تھا کہ وہ ان پیسوں کا ذکر کیے بغیر صرف موٹر سائیکل کی مٹھائی کھا کر آ گیا تھا۔ مولوی صاحب نے ماہانہ چندے کا پوچھا تھا، کیونکہ وہ مہینے کی پہلی تاریخ تھی۔ غلام فرید نے مسجد میں بیٹھ کر اس دن پہلا جھوٹ بولا تھا اور کہا تھا کہ اسکول کا مالک ملک سے باہر چلا گیا ہے اور ابھی واپس نہیں آیا۔ مولوی صاحب کو یک دم فکر ہوئی تھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ اسکول کا مالک فوری طور پر واپس نہ آیا تو پھر اس مہینے کے پیسے کون دے گا؟ غلام فرید کے پاس سوال کا جواب نہیں تھا۔ البتہ اس نے مولوی صاحب کو اسکول کے مالک کا فون نمبر دے دیا تھا' جو غلط تھا۔ مولوی صاحب مطمئن ہو گئے تھے کہ اگر کچھ دن تک وہ چندہ نہ پہنچا تو وہ اسکول کے مالک سے خود بات کرلیں گے۔

غلام فرید بیس ہزار کی رقم جیب میں لیے اس دن ایک عجیب سی کیفیت کے ساتھ مسجد سے نکلا تھا۔ یوں جیسے اس کی لاٹری نکلی تھی۔ اسے پتا تھا مولوی صاحب ہر سال مختلف چیزوں سے اکٹھی ہونے والی رقم کو اپنی رقم کے طور پر گاؤں کے انہیں سود خوروں کو بزنس میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے دیتے تھے جو سود خور غلام فرید جیسے ڈھیروں ضرورت مندوں کو وہ رقم دے کر انہیں ساری عمر کے لیے چوپایہ بنا دیتے تھے۔ مولوی صاحب بظاہر یہ ظاہر کرتے تھے کہ انہیں یہ پتا ہی نہیں کہ وہ جن لوگوں کے بزنس میں مسجد کی رقم کی سرمایہ کاری کر کے ماہانہ ایک فکسڈ رقم وصول کر رہے ہیں ان کا اصلی اور بنیادی بزنس کیا تھا۔ وہ اس ماہانہ فکسڈ رقم کو بھی سود نہیں منافع کہتے تھے' کیونکہ انہوں نے کچھ امیر لوگوں کے منافع بخش بزنس میں شراکت داری کی تھی اور کیونکہ ان لوگوں کو بھی بزنس میں نقصان نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے مولوی صاحب کو بھی نہیں ہوتا تھا۔ مولوی صاحب یہ توجیہہ نہ بھی پیش کرتے تب بھی گاؤں میں کوئی کمی کمین کسی امام مسجد سے جا کر یہ سوال و جواب نہیں کر سکتا تھا کہ وہ مسجد کے پیسے کو اپنی ذاتی رقم ظاہر کر کے کسی سود خور کے بزنس میں کیسے لگا اور اس کا منافع کھا رہے تھے۔

یہ سوال کوئی چندہ دینے والا کرتا تو شاید مولوی صاحب کو قرآن و حدیث میں سے اپنے مطلب کی کوئی چیز رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرنی پڑ جاتی اور وہ اس میں ماہر تھے۔ دین میں اپنی مرضی کا ردوبدل ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ لیکن اب ان کی بدقسمتی یہ ہو گئی تھی کہ سود میں جکڑے ہوئے ایک شخص کو مولوی صاحب کو چندے کی رقم سونپنے کی ذمہ داری دے دی گئی تھی۔

مولوی صاحب نے ایک ڈیڑھ ہفتہ مزید رقم کا انتظار کیا اور پھر کچھ بے صبری میں وہ نمبر گھما دیا جو غلام فرید نے دیا تھا۔ نمبر آف تھا۔ دو دن وقفے وقفے سے کئی بار فون کرنے پر بھی جب وہ نمبر آف ہی ملا تو مولوی صاحب' غلام فرید کے پاس جانے کے بجائے اسکول پہنچ گئے تھے اور وہاں پہنچ کر انہیں یہ خبر مل گئی تھی کہ اسکول کا مالک کئی دن پہلے اسکول سے ہو کر جا چکا تھا۔ مولوی صاحب کا پارہ اب ہائی ہو گیا تھا۔ انہوں نے غلام فرید کو اس کے کوارٹر پر جا لیا تھا اور جب غلام فرید نے انہیں ایک بار پھر پہلے کی طرح یہ کہہ کر ٹرخانے کی کوشش کی کہ مالک ابھی تک نہیں آیا تو مولوی صاحب نے اس کے جھوٹ کی پول کھول دی تھی' اور اسے کہا تھا کہ وہ اسکول سے ہو کر آئے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔ مالک ہمیشہ کی طرح مہینے کے شروع میں ہو کر جا چکا تھا۔ غلام فرید نے جواباً "مولوی صاحب سے کہا کہ "ہو سکتا ہے وہ آیا ہو' لیکن اس دن غلام فرید کی چھٹی تھی اور اس کی ملاقات مالک سے نہیں ہوئی۔"

مولوی صاحب اس پر کچھ زیادہ بھڑکے تھے اور انہوں نے غلام فرید سے کہا کہ اس نے انہیں مالک کا نمبر بھی غلط دیا ہے' وہ اس کو فون کرتے ہیں' مگر وہ نمبر آف ہے اور وہ اب مالک کا نمبر اسکول کی انتظامیہ سے ہی لیں گے اور پھر خود اس سے بات کریں گے۔

غلام فرید کو اب اندازہ ہو گیا کہ وہ مولوی صاحب سے مزید جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ اسے ان سے اب دوٹوک لیکن صاف صاف بات کرنی تھی۔ اور پھر اس نے بالآخر مولوی صاحب کو یہ بتا ہی دیا تھا کہ اسے اس رقم میں سے ہر مہینے اپنا حصہ چاہیے تھا۔ کچھ لمحوں کے لیے مولوی صاحب کو جیسے یقین ہی نہیں آیا تھا کہ گاؤں کا ایک کمی کمین گاؤں کی مسجد کے "امام صاحب" سے کیا مطالبہ کر رہا تھا اور جب انہیں یقین آیا تو ان کے منہ سے جیسے غصے سے جھاگ نکلنے لگا تھا۔ ان کے ساتھ ایسی جسارت پہلی بار کسی نے کی تھی۔

"تم اللہ کے گھر کے لیے ملنے والے ہدیے سے اپنا حصہ مانگ رہے ہو دوزخی انسان!"

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

انہوں نے غلام فرید کو ڈرانے کی کوشش کی تھی۔ انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ غلام فرید دوزخ جیسی زندگی گزارتے گزارتے اب موت کے بعد دوزخ سے کیا ڈرتا۔

"اللہ کے گھر کے پیسے اگر اللہ کے گھر پر لگتے تو کبھی نہ مانگتا مولوی صاحب!" اس نے بھی تن کر ان سے کہہ دیا تھا۔ مولوی صاحب نے جواباً" اسے دھمکایا کہ وہ اسکول کے مالک سے بات کریں گے اور اسے اس کا کچا چٹھا سنا دیں گے۔

جواباً" غلام فرید نے انہیں دھمکایا کہ وہ بھی اسکول کے مالک کو یہ بتادے گا کہ مولوی صاحب چندے والی رقم کو خود استعمال کررہے ہیں اور انہوں نے مسجد کے پیسوں کو ایک سود خور کو دے رکھا ہے اور وہ اس کا سود کھا رہے ہیں' بلکہ وہ پورے گاؤں میں انہیں بدنام کرے گا۔ ان کے پول کھول کھول کر۔ مولوی صاحب کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ ان کا بس چلتا تو غلام فرید کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کتوں کے سامنے ڈال دیتے۔ انہیں یہ علم ہی نہیں تھا کہ وہ کمینہ ان کے اتنے بڑے راز سے واقف تھا۔ وہ کچھ دیر اسے جی بھر کے برا بھلا کہتے رہے۔

اس دن مولوی صاحب نے غلام فرید کو دنیا بھر کی ہر وہ گالی دے ڈالی جو انہوں نے کبھی کہیں سنی تھی' لیکن غلام فرید ڈھٹائی سے اپنے پیلے دانتوں کے ساتھ منہ کھول کر ان کے سامنے ہنستا رہا۔

"ٹھیک ہے مولوی صاحب مجھے تو کیڑے ہی پڑیں گے' سانپ اور بچھو قبر میں میری لاش نوچیں گے اور مجھے مرتے دم کلمہ بھی نصیب نہیں ہوگا۔ میرے ساتھ جو بھی مرنے کے بعد ہوگا' لیکن آپ کے بیس ہزار تو آپ کی زندگی میں ہی بند ہوجائیں گے۔ اسی مہینے سے۔۔۔ میں مالک کو کہہ دیتا ہوں کہ میں نے اس لیے آپ کو پیسے نہیں دیے' کیونکہ آپ تو مسجد میں پیسے لگا ہی نہیں رہے تو سوچیں زیادہ نقصان دوزخی کا ہوا کہ جنتی کا؟"

غلام فرید نے خود زندگی میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس جیسا کمی کمین مسجد کے امام کے ساتھ کبھی اس طرح بات کرے گا۔ لیکن کسی نے ٹھیک کہا ہے۔۔۔ پیسہ بڑی کتی چیز ہوتی ہے۔ اچھے اچھوں کو کتا بنا دیتی ہے۔ بڑے بڑوں کو بھونکنے پر مجبور کردیتی ہے۔

سب گالم گلوچ اور لعنت ملامت کے بعد اس دن مولوی صاحب نے واپس گھر پہنچ کر اپنی بیوی سے مشورہ کیا تھا اور پھر اگلے دن بڑے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ مولوی صاحب نے غلام فرید کے ساتھ پندرہ ہزار وصول کرنے پر اتفاق کرلیا تھا اور اس سے بھی بڑی اعلا ظرفی کا مظاہرہ انہیں اس وقت کرنا پڑا' جب غلام فرید نے انہیں بتایا کہ وہ اس مہینے کے بیس ہزار پہلے ہی خرچ کرچکا تھا۔ یہ پچھلے چار مہینوں کے پیسوں سے اس کا کمیشن تھا۔ مولوی صاحب کا دل چاہا وہ غلام فرید نامی اس۔۔۔ کو اپنے ہاتھوں سے گاؤں کے بیچ کھیتوں میں اسی طرح پھانسی پر لٹکا دیں' جس طرح لوگ کھیتوں میں پرندوں کو ڈرانے والے بیجا لٹکاتے ہیں۔ مگر پھر انہیں یاد آیا تھا کہ سال کے آخر میں انہیں اپنی بیٹی کی شادی کرنی تھی اور وہ زمین بھی خریدنی تھی جس کا بیعانہ وہ کچھ دن پہلے دے کر آئے تھے۔ اس لیے وہ بھی چند گالیوں کے بعد بے حد ٹھنڈے مزاج کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تھے۔

غلام فرید کو یقین نہیں آیا تھا کہ بیٹھے بٹھائے اس کو ہر ماہ تنخواہ سے کچھ ہی تھوڑی رقم ملنے لگے گی اور وہ رقم اگر وہ سود والوں کو دیتا رہتا تو بہت جلدی اس کا سب سود ختم ہونے والا تھا۔

غلام فرید کے خوابوں کی گاڑی اس دن پہلی بار دن کے وقت بھی چھکا چھک چلنے لگی تھی۔ مگر اسے اس وقت اندازہ نہیں تھا کہ وہ مولوی صاحب سے دشمنی پال کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر بیٹھا تھا۔ سود لینے سے بھی بڑی غلطی۔۔۔

☼ ☼ ☼

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اے لوگو! عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے اللہ کو گواہ بنا کر ان کو خود پر حلال کیا اور انہیں اپنی امان میں لیا ہے۔ تمہیں اپنی عورتوں پر حقوق حاصل ہیں بالکل ویسے ہی جیسے تمہاری عورتوں کو تم پر حقوق حاصل ہیں۔ ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ دوستی نہ کریں جسے تم پسند نہیں کرتے اور تمہاری حرمت کی نگہبانی کریں اور اگر وہ تمہاری فرماں بردار رہتی ہیں تو پھر یہ ان کا حق ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے نان نفقے کی ذمہ داری اٹھاؤ۔"

☼ ☼ ☼

احسن سعد نے تین سال کی عمر میں اپنی ماں کو اپنے باپ کے ہاتھوں پہلی بار پٹتے دیکھا تھا' اس نے کوئی "بے حیائی" کا کام کیا تھا' وہ بے حیائی کا کام کیا تھا' وہ تین سال کی عمر میں جان نہیں سکا تھا لیکن اپنے باپ کی زبان سے بار بار ادا ہونے والا وہ لفظ اس کے ذہن پر نقش ہو گیا تھا۔

اسے یہ بھی یاد تھا کہ اس کے باپ نے اس کی ماں کے چہرے پر دو تھپڑ مارے تھے۔ اس کا بازو مروڑا تھا اور پھر اسے دھکا دے کر زمین پر گرایا تھا۔ اسے وہ چاروں غلیظ گالیاں بھی یاد تھیں جو اس کے باپ نے اس کی ماں کو دی تھیں۔ اپنی ماں کا رونا بھی اور اس پر باپ کا چلانا بھی۔

وہ خوف کے مارے کمرے میں موجود صوفے کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ کیونکہ اسے پہلا خیال یہ آیا تھا کہ اس کا باپ اب اسے پیٹے گا۔ اس کے باپ نے اسے چھپتے دیکھا تھا' اس نے شادی کے پانچ سال میں کئی بار اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھایا تھا لیکن آج اس دن اس نے پہلی بار اپنی اولاد کے سامنے اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

مار کٹائی کے اس سین کے فوراً" بعد اس کے باپ نے اسے صوفے کے پیچھے سے بڑے پیار سے پچکارتے ہوئے نکالا تھا۔ پھر وہ اسے گود میں اٹھائے گھر سے باہر لے گیا تھا۔ اگلے دو گھنٹے وہ باپ کے ساتھ اپنی پسند کی جگہوں پر پھرتا اور پسند کی چیزیں کھاتا رہا تھا۔ لیکن اس کا ذہن صرف ان دو تھپڑوں' ایک دو مکے اور چار گالیوں میں پھنسا رہا تھا۔ اور اس کے بعد اس کی ماں کا اس طرح رونا جس طرح وہ کوئی ضد پوری نہ ہونے پر روتا تھا۔

"تم تو میرے پیارے بیٹے ہو۔ سب سے زیادہ پیارے ہو مجھے۔" اس کا باپ اسے ان دو گھنٹوں کے دوران مسلسل بہلاتا' پچکارتا رہا تھا۔ وہ باپ کے گلے بھی لگتا رہا' باپ کے کہنے پر اس نے باپ کے چہرے کو چوما بھی اور وہ باپ کی باتوں کا جواب دینے کی بھی کوشش کرتا رہا۔ لیکن وہ اس دن پہلی بار اپنے باپ سے خوف زدہ ہوا تھا۔

دو گھنٹے کے بعد گھر واپسی پر اس نے اپنی ماں کو معمول کے کاموں میں مصروف پایا تھا۔ وہ کھانا پکا رہی تھی۔ جیسے روز پکاتی تھی۔ اس کے باپ کو چائے بنا کر دی تھی۔ جیسے روز دیتی تھی۔ اور اس سے اور اس کی بڑی اور چھوٹی بہن سے بات کرتی رہی تھی جیسے روز کرتی تھی۔ مگر فرق صرف یہ تھا کہ آج اس کے چہرے پر انگلیوں کے چند نشان تھے اور اس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔ اور وہ اس سے آنکھیں نہیں ملا رہی تھی۔ اس دن اس کا دل اپنی ماں کے پاس سونے کو نہیں چاہا۔ اور اس کا دل ان نئے کھلونوں سے کھیلنے کو بھی نہیں چاہا جو اس کے باپ نے اسے دلائے تھے۔ وہ اپنی پانچ سالہ بہن کے بستر میں سونے کے لیے گیا تھا اور بہت دیر تک نہیں سو سکا تھا۔ اس نے کسی بڑے کو کسی دوسرے بڑے کو پہلی بار "مارتے" دیکھا تھا اور اس دوسرے "بڑے" کو کسی مزاحمت کے بغیر مار کھاتے دیکھا تھا۔ یہ بچوں کے جھگڑے میں تو نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنی بہن کے ساتھ لڑتا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کو پیٹتے تھے یہ ون سائیڈڈ مقابلہ۔

اگلے چند دن وہ پریشان رہا تھا اور خاموش بھی۔ اس کی ماں نے اس کی خاموشی نوٹس کی یا نہیں' لیکن اس کے باپ نے کی تھی اور وہ اس کی وجہ سے واقف تھا۔ وہ اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا اور

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اب وہ باپ سے ہلکا سا کھنچا تھا تو اس کے لیے اسے نظر انداز کرنا ناممکن تھا۔ اگلے کئی دن اس کا باپ اس پر معمول سے زیادہ توجہ دیتا رہا' اس کے زیادہ نخرے اٹھاتا رہا' زیادہ فرمائشیں پوری کرتا رہا۔ وہ آہستہ آہستہ نارمل ہوتا گیا تھا۔ اور وہ پہلی اور آخری بار تھا جب اس کے باپ نے اس کی ماں کو مارنے کے بعد اس کے اتنے نخرے اٹھائے تھے۔ بعد کے سالوں میں اس کی ماں کئی بار اس کے سامنے پٹی تھی۔ (آنسو بہائے بغیر۔ وہ جیسے اب عادی ہو گئی تھی۔) اس نے ان غلیظ گالیوں کو معمول کے الفاظ میں تبدیل ہوتے دیکھا تھا' جب بھی اس کے باپ کو غصہ آتا تو وہ ان الفاظ کا بے دریغ استعمال کرتا۔ اور وہ اب صوفے کے پیچھے نہیں چھپتا تھا۔ وہ ایک خاموش تماشائی کی طرح اپنی بہنوں کے ساتھ یہ سارا منظر دیکھا کرتا تھا۔ اور ایسے ہر منظر کے بعد اس کا باپ اسے شام کی سیر کے لیے لے جایا کرتا تھا۔ اور اس سیر کے دوران وہ اسے بتایا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں کو کتنا ناپسند کرتا ہے اور عورت سب سے زیادہ بے حیائی کے کاموں میں ملوث ہے۔ اور بے حیائی کے کام کرنے والوں کو سزا دینی چاہیے۔

پانچ سال کی عمر میں اسے قرآن پاک کی بہت ساری آیات اس کے باپ نے یاد کروائی تھیں۔ بہت ساری دعائیں بھی۔ اور اس کے ساتھ بے حیائی کے کاموں کی وہ فہرست بھی جس کے کرنے پر کسی عورت کو سزا دینا واجب ہو جاتا تھا اور بے حیائی کے ان کاموں میں شوہر کی نافرمانی' پردے کی پابندی نہ کرنا' کسی نامحرم سے ملنا یا بات کرنا' گھر سے اجازت کے بغیر جانا' کسی قسم کا فیشن یا سنگھار کرنا' شوہر سے اونچی آواز میں بات کرنا' کھانا دیر سے بنانا یا بدمزہ بنانا' ٹی وی دیکھنا' میوزک سننا' نماز روزے کی پابندی نہ کرنا' اس کے دادا دادی کی خدمت نہ کرنا اور بہت سے دوسرے کام تھے جو اسے مکمل طور پر ازبر تھے' کیونکہ بے حیائی کے ان سارے کاموں پر اس نے کبھی نہ کبھی اپنی ماں کو پٹتے دیکھا تھا۔

وہ جن قاری صاحب سے قرآن پاک پڑھتا تھا ان سے ماں باپ کے ادب اور خدمت کے بارے میں قرآنی احکامات بھی سنتا تھا' خاص طور پر ماں کے حوالے سے۔ مگر اس کا ذہن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ عورت جو بے حیائی کے بہت سارے کام کرتی ہے اور اسے سزا ملتی ہے وہ اس کی عزت کیسے کرے۔ آخر کیسے کر سکتا تھا۔ سوال اس کے پاس اور بھی بہت سے تھے' لیکن ان کے جواب ایک پانچ سال بچہ اپنے باپ کے ساتھ واک کرتے ہوئے اور اسلام کے حوالے سے لمبی لمبی تقریریں سنتے ہوئے نہیں پوچھ سکتا تھا۔ آسان تشریح وہی تھی جو اس نے کی تھی۔ وہ بڑا ہو کر مرد بننے والا تھا' ایک ایسا مرد جسے کسی بھی عورت کو بے حیائی کے کاموں سے منع کرنے کے لیے اس پر ہاتھ اٹھانے اور اسے وہ گالیاں دینے کا حق تھا جو اس کا باپ اسے عام زندگی میں اپنے ساتھ کھیلنے یا پڑھنے والے کسی بچے کو دینے سے سختی سے منع کرتا تھا۔ اور اس کا آئیڈیل اس کا باپ تھا۔ باریش داڑھی کے ساتھ اسلامی شعائر پر سختی سے کاربند' پانچ وقت نماز پڑھنے والا ایک بے حد خوش اخلاق' نرم خو' خوش گفتار انسان اور سعادت مند بیٹا۔ جو اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ مغرب میں گزارنے کے باوجود ایک "مثالی" اور "عملی" مسلمان تھا۔ وہ بھی بڑا ہو کر ویسا ہی مثالی اور عملی مسلمان بننا چاہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

" اے لوگو تمہارے خون' تمہارے مال ایک دوسرے کے لیے اسی طرح محترم ہیں جیسے آج کا یہ دن (عرفہ کا دن) یہ مہینہ (ذی الحجہ) اور یہ شہر (مکہ)

خبردار زمانہ جاہلیت کی ہر رسم اور طریقہ آج میرے قدموں کے نیچے ہے اور جاہلیت کے خون معاف کر دیے گئے ہیں اور پہلا خون جو میں اپنے خونوں سے معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ حارث کا خون ہے۔ دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ پھر سے ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

غلام فرید کی زندگی میں صرف چند اچھے مہینے آئے تھے۔ ایسے مہینے جن میں پہلی بار اس نے راتوں کو سکون سے سونا سیکھا تھا۔ مہینے کے آخر میں سود کی قسط جمع کرانے کے لیے پیسوں کی جمع تفریق کیے بغیر۔ اور وہی چند مہینے تھے، جن میں شادی کے ابتدائی دنوں کے بعد پہلی بار نسیمہ اور غلام فرید نے مل کر کچھ خواب بُنے تھے۔ اچھے دنوں کے خواب جب ان کے سر سے وہ سود ختم ہو جائے گا۔ پانچ ہزار کی وہ اضافی رقم جیسے ایک نعمت مترقبہ تھی ان کے لیے۔ اور وہی کچھ دن تھے جب غلام فرید اور اس کی بیوی نے اپنے بچوں کے بارے میں بھی سوچا تھا کہ وہ جب بڑے ہوں گے تو ان کے سر پر قرض کی وہ تلوار نہیں لٹک رہی ہوگی جو اب لٹک رہی تھی۔

غلام فرید بہت معصوم تھا یا شاید بے وقوف۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے زندگی میں پہلی بار کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی تھی۔ جیسے [illegible] طرف پہلا قدم اٹھالیا تھا اس نے۔ وہ پانچ ہزار کی رقم کو پنشن بنا بیٹھا تھا، جو ساری عمر کسی رکاوٹ کے بغیر اسے ملتی رہتی تھی۔

مولوی صاحب کے ساتھ غلام فرید نے جو کچھ کیا تھا اس کے بعد مولوی صاحب کی نیندیں کئی دن اُڑی رہی تھیں۔ بیس ہزار کی رقم بیٹھے بٹھائے پندرہ ہزار رہ گئی تھی، اس کا صدمہ تو تھا ہی تھا لیکن ساتھ اس بات کا بھی اندیشہ انہیں ہو گیا تھا کہ مسجد کی رقم کو سود خوری کے کاروبار میں لگانے کی خبر اگر گاؤں میں کسی طرح پھیل گئی تو اور کچھ ہو گا یا نہیں انہیں مستقبل میں چندے ملنا بند ہو جائیں گے۔

بدنامی کی تو خیر انہیں زیادہ فکر نہیں تھی۔ بدنامی ہو بھی جاتی تو بھی کوئی انہیں امامت سے اور اس مسجد سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔ مسجد انہیں باپ دادا کی جاگیر کی طرح ورثے میں ملی تھی اور گاؤں کے لوگوں کو صحیح طرح سے وضو کرنا تو آتا نہیں تھا۔ وہ امام مسجد کو دینی لحاظ سے کیا جانچتے اور اگر ہٹا بھی دیتے تو ان کی جگہ پر لاتے کس کو۔

بیوی مولوی صاحب کو سودی کاروبار میں لگائی رقم واپس لینے نہیں دے رہی تھی۔ یہ وہ پہلا خیال تھا جو غلام فرید کی دھمکی کے بعد مولوی صاحب کو آیا تھا کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے اپنی رقم واپس لے لیں تاکہ کم از کم غلام فرید کی ایسی کسی دھمکی کو سچ ثابت کرنے پر وہ اسے جھوٹا تو ثابت کر دیتے۔

بیوی کا کہنا تھا اور کون سی ایسی جگہ ہے جہاں پیسہ لگانے پر 25 فی صد منافع مل جائے۔ بینک والے تو آٹھ یا نو فی صد بھی رودھو کر دیتے تھے۔ اور وہ یہ رقم کاروبار سے نکال لیں گے تو اس منافع کی کمی کہاں سے پوری کریں گے۔ بیٹیوں کے جہیز کہاں سے بنیں گے۔ ان کی شادی کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے۔ مسجد کی امامت سے تو تین وقت کی روٹی ہی پوری ہو سکتی تھی۔ باقی اخراجات کے لیے وہ آمدنی ناکافی تھی۔

مولوی صاحب کو بیوی کی باتیں تو سمجھ میں آرہی تھیں اور وہ اس کے خدشات سے بھی واقف تھے، لیکن خود اب ان کو شدید دھڑکا لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں کسی دن غلام فرید پندرہ ہزار کی باقی رقم بھی دینے سے انکاری نہ ہو جائے اور ان کا یہ خدشہ بالکل ٹھیک نکلا تھا۔

دو ماہ بعد غلام فرید نے اپنے گھر کے کچھ ناگزیر اخراجات کی وجہ سے مولوی صاحب کو بیس ہزار کی رقم دینے سے معذرت کرلی تھی اور ان سے اگلے ماہ کی مہلت مانگ لی تھی۔ یہ وہ لمحہ تھا جب مولوی صاحب نے گالم گلوچ اور لعنت ملامت نہیں کی تھی اسے۔ انہوں نے اسے جہنم سے ڈرانے کے بجائے اس کی زندگی خود جہنم بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ انہوں نے اپنی بیوی کو بتائے بغیر گاؤں کے اس شخص سے اپنی رقم کا مطالبہ یہ کہہ کر کیا تھا کہ مسجد کی تزئین و آرائش کے لیے فوری طور پر ایک بڑی رقم چاہیے، اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ اپنی رقم نکال کر اس میں سے کچھ مسجد میں چندہ کر دیں۔ جو جواب انہیں ملا تھا، وہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس آدمی نے انہیں رقم واپس کرنے سے صاف انکار کردیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ فی الحال رقم کاروبار میں لگی ہوئی ہے اور وہ اگلے دو تین سال تک اس کا منافع تو دے سکتا ہے لیکن اصل رقم واپس نہیں کر سکتا۔ مولوی صاحب کو وہاں کھڑے کھڑے دن میں تارے نظر آگئے تھے۔ انہوں نے پانچ لاکھ کی رقم اس آدمی کو دی ہوئی تھی، اور وہ کچھ کمیشن وغیرہ کٹوانے کے بعد تقریباً "ستر" اسی ہزار روپیہ ہر ماہ وصول کر رہے تھے اور اب ایکدم اس آدمی کے انکار نے ان کے چودہ طبق روشن کردیے تھے۔

وہ پچھلے کئی سالوں سے اس آدمی کے پاس یہ سرمایہ کاری کر رہے تھے شروع میں دس بیس ہزار سے شروع ہونے والا یہ بزنس آہستہ آہستہ پانچ لاکھ رقم تک چلا گیا تھا۔ اور اب وہ آدمی کہہ رہا تھا کہ وہ اصل رقم نہیں دے سکتا تھا، صرف سود دے سکتا تھا۔

اس دن غلام فرید سے مولوی صاحب کی نفرت کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ گھر جا کر انہوں نے بیوی کو یہ قصہ بھی سنایا تھا، وہ بھی ان ہی کی طرح دل تھام کے رہ گئی تھی۔ مگر پھر اس نے مولوی صاحب کو یہ کہتے ہوئے تسلی دی۔

"چلیں مولوی صاحب دو تین سال بعد ہی دے گا مگر دے تو دے گا نا۔ اور شکر ہے اس نے منافع دینے سے انکار نہیں کیا۔ میں تو پہلے ہی آپ کو روک رہی تھی۔ کہ ابھی اپنی رقم واپس لینے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن پتا نہیں آپ کو کیا سوجھی تھی کہ لگی لگائی روزی پر لات مارنے چل پڑے۔" اسے مولوی صاحب سے یہ بات کہتے ہوئے یہ پتا نہیں تھا کہ وہ لگی لگائی روزی خود ہی انہیں لات مار دینے والی تھی۔

اگلے مہینے ایک بار پھر مولوی صاحب کو غلام فرید سے پیسے نہیں ملے اور اس مہینے انہیں اس ساہوکار نے منافع کی رقم بھی نہیں دی۔ ایک ماہ پہلے مولوی صاحب کے رقم کے مطالبے نے جیسے اسے چوکنا کردیا تھا کہ وہ پارٹی ٹوٹنے والی تھی اور جب وہ پارٹی ٹوٹنے والی تھی تو وہ اس کو منہ بھر بھر کے منافع کیوں کھلاتا۔ اب اس کی باری تھی، دیا گیا سارا منافع واپس وصول کرنے کی۔ لیکن اس نے مولوی صاحب سے یہ باتیں نہیں کی تھیں، اس نے مولوی صاحب سے بس فی الحال چھ ماہ کی مہلت مانگی تھی اور یہ کہا تھا کہ چھ ماہ کے بعد وہ چھ ماہ کا منافع اکٹھا انہیں لوٹا دے گا لیکن فی الحال اس پر شدید مالی بحران آیا تھا اور اس نے مولوی صاحب سے نہ صرف دعا کی درخواست کی تھی بلکہ کوئی قرآنی وظیفہ بھی مانگا تھا اپنے کاروبار میں برکت کے لیے۔

مولوی صاحب کو ٹھنڈے پسینے آگئے تھے اس کی باتیں سن کر۔ اور کچھ بعید نہیں تھا کہ ہارٹ فیل ہی ہو جاتا ان کا۔ وہ پل بھر میں لکھ پتی سے ککھ پتی ہوئے تھے۔ اور وہ بھی دن دہاڑے۔ یہ غلام فرید نہیں تھا۔ گاؤں کا کمی کمین جسے وہ اس کے دروازے پر منہ بھر بھر کر گالیاں دیتے رہتے اور وہ ڈھیٹوں کی طرح دانت نکال کر ہنستا رہتا۔ یہ گاؤں کا "ساہوکار" تھا۔ ایک بزنس مین۔ جو مالی بحران کے باوجود شاندار گھر میں بیٹھا تھا اور اس کے آگے پیچھے نوکر پھر رہے تھے۔ مولوی صاحب چوں بھی کرتے تو وہ انہیں اٹھوا کر گھر سے باہر پھنکوا دیتا اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ وہ گاؤں کی مسجد کے امام صاحب تھے۔

مولوی صاحب چپ چاپ وہاں سے تو اٹھ کر آگئے تھے، لیکن انہوں نے اپنے اس مالی نقصان کا سارا کا سارا غصہ غلام فرید پر اتارا تھا۔ وہی تھا جو ان کی تباہی کا ذمہ دار تھا تو اب ضروری تھا کہ وہ بھی تباہ و برباد ہوتا۔

انہوں نے اسکول سے اس کے مالک کا نمبر لیا تھا اور پھر اسے فون کر کے غلام فرید کے اوپر جی بھر کے الزامات لگائے تھے۔ مالک کا رد عمل فوری تھا اور متوقع تھی۔ وہ پہلی فرصت میں گاؤں آیا تھا اور مولوی صاحب سے ملاقات کے بعد غلام فرید کی صفائیاں اور وضاحتیں، معافیاں سننے کے باوجود اس نے اسے نوکری سے فارغ کردیا تھا۔

غلام فرید کے سر پر جیسے پہاڑ آگرا تھا۔ صرف اسے نوکری سے فارغ نہیں کیا گیا تھا اس کی بیوی کو بھی نوکری

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے نکال دیا گیا تھا اور ان سے کوارٹر بھی خالی کروالیا گیا تھا۔

گیارہ لوگوں کا وہ خاندان چھت سے بے چھت ہو گیا تھا۔ وسائل اتنے نہیں تھے کہ وہ گاؤں میں بھی کوئی جگہ کرائے پر لے سکتے۔ شاید لے ہی لیتے اگر انہیں زندگی کی گاڑی کے ساتھ قرضے کی ریل گاڑی نہ کھینچنی پڑتی۔ وہ گاؤں تھا وہاں نوکریاں نہیں ملتی تھیں۔ لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے یا اپنا کاروبار یا پھر محنت مزدوری۔

غلام فرید اور اس کی بیوی کو لوگ خوش قسمت سمجھتے تھے کہ ان پڑھ ہونے کے باوجود انہیں ایک اسکول میں اتنے اچھے پیسوں پر کام بھی ملا ہوا تھا اور کوارٹر بھی۔ مگر اس گاؤں میں اور ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں پر کام کرنا خوش قسمتی قرار پاتا۔ مولوی صاحب کے طفیل غلام فرید پورے گاؤں میں اپنی بیوی سمیت بدنام ہو چکا تھا۔ وہ ایک چور تھا جس نے اللہ کے پیسوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ گاؤں والوں نے مولوی صاحب کے بار بار دہرائے گئے قصے سن سن کر غلام فرید کا جیسے سوشل بائیکاٹ ہی کر دیا تھا۔ غلام فرید نے بھی مولوی صاحب کے کارنامے لوگوں کو بتانے کی کوشش کی تھی لیکن کسی نے ایک کمی کمین چور پر یقین نہیں کیا تھا۔ یقین کرتے بھی کیسے وہ "مولوی صاحب" پر الزام لگا رہا تھا۔ "مولوی صاحب" پر۔ اور وہ بھی غبن اور بددیانتی کے الزام میں بیوی سمیت نوکری سے نکالے جانے کے بعد۔ مولوی صاحب بری الذمہ اور معصوم قرار پائے تھے۔

پتا نہیں وہ کون سا لمحہ تھا جب غلام فرید نے اپنا ذہنی توازن کھونا شروع کیا تھا۔ بھوک اور تنگ دستی نے اس کا دماغ خراب کیا تھا۔ گاؤں والوں کی باتوں اور طعنوں نے۔ لڑکپن میں داخل ہوتی بیٹیوں پر پڑتی گاؤں کے لڑکوں کی گندی نظروں اور اپنی بے بسی نے۔ یا پھر ان سود خوروں کی دھمکیوں اور چکروں نے جو غلام فرید کو سود کی قسطیں ادا کرنے کے قابل نہ رہنے پر بار بار اس احاطے کے ٹوٹے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر مار پیٹ کرتے جہاں جانوروں کے ایک باڑے کے برابر غلام فرید نے بھی لکڑی کی چھت ڈال کر وقتی طور پر اپنے خاندان کو پناہ دی تھی۔

پتا نہیں کیا ہوا تھا غلام فرید کو۔ اور یہ واقعی پتا نہیں چلتا کہ انسانوں کو ہوتا کیا ہے جب وہ اپنے خونی رشتوں کو اپنے ہی ہاتھ سے ختم کر دیتے ہیں۔

چنی ایک سال کی تھی جب غلام فرید نے ایک رات اپنے خاندان کے نو کے نو افراد کو ذبح کر دیا تھا۔ چنی واحد تھی جو بچ گئی تھی اور وہ بھی شاید اس لیے بچ گئی تھی کیونکہ پاگل پن کے اس لمحے میں غلام فرید اپنی اولاد کی گنتی ہی بھول گیا تھا۔ چنی کو کبھی اس نے گود میں اٹھا کر دیکھا نہیں تھا تو وہ اسے یاد آتی بھی تو کیسے۔ پھر اس پر بھی اپنے بہن بھائیوں کا اتنا خون لگ گیا تھا کہ ان کے برابر بے سدھ سوئے ہوئے بھی غلام فرید کو وہ مری ہوئی ہی لگی ہوگی۔

نو انسانوں کو مارنے کے بعد غلام فرید نے اپنی جان نہیں لی تھی۔ وہ زندہ تھا ہی کب۔ زندہ تو انسان عزت نفس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو غلام فرید کی کب کی چھن چکی تھی۔ خاندان کو مار دینا جیسے وہ حل تھا جو ایک ان پڑھ شخص نے غربت اور قرض سے نجات کے لیے نکالا تھا جب کوئی حل ہی باقی نہیں رہا تھا۔

ایک سال کی چنی کو کچھ یاد نہیں تھا۔ نہ قاتل نہ مقتول۔ اس کو یاد تھا تو بس ایک چہرہ جو اسے وہاں سے لے گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اے لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نیا پیغمبر یا نبی آئے گا نہ تمہارے بعد کوئی نئی امت۔ میں تمہارے پاس اللہ کی کتاب اور اپنی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم ان پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔"

☼ ☼ ☼

وہ رات ہاشم مبین کی زندگی کی مشکل ترین راتوں میں سے ایک تھی۔ صرف انہیں کی نہیں کسی بھی باپ کے

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے مشکل ترین ہوتی' انہیں لگ رہا تھا' انہوں نے ایک بھیانک خواب دیکھا تھا کچھ دیر پہلے۔ مگر خواب انسان جاگتی آنکھوں سے کیسے دیکھ سکتا ہے اور خواب میں بھی انسان کی اپنی اولاد اپنے والدین کے ساتھ ایسی بے رحمی کا سلوک کیسے کر سکتی ہے کہ انسان ایک لمحے کے لیے اس کے اپنی سگی اولاد ہونے پر شبہ کرے۔

وہ اپنی اسٹڈی میں بیٹھے اپنی جائیداد اور بینک اکاؤنٹس اور دوسرے اثاثہ جات کی فائلز اپنے سامنے میز پر ڈھیر لیے صرف یہ سوچ رہے تھے کہ یہ سب ان کے ساتھ کیوں ہو رہا تھا انہوں نے تو اپنی اولاد کو ہمیشہ "حلال" کھلایا تھا۔ پھر ایسی کون سی غلطی یا گناہ ہوا تھا کہ وہ آج وہاں کھڑے تھے۔

اولاد ماں باپ کے مرنے کے بعد ترکہ پر لڑے تو سمجھ میں آتا ہے مگر اولاد ماں باپ کی زندگی میں ہی ان کے سامنے اسی طرح جائیداد کے حصوں اور پائی پائی پر لڑے جیسے ماں باپ مر گئے ہوں تو ماں باپ کو کون سی صلیب پر چڑھنا پڑتا ہے۔ ہاشم مبین آج کل اسی صلیب پر چڑھے ہوئے تھے۔

بڑھاپا بڑی ظالم چیز ہوتا ہے۔ اور تخت پر بیٹھے بوڑھے بادشاہ کو تخت پر بیٹھے ہوئے اپنا ولی عہد بھی اچھا نہیں لگتا' اپنی اولاد سے بھی خوف آتا ہے اسے۔ ہاشم مبین نے بھی ساری زندگی ایک بادشاہ ہی کی طرح گزاری تھی۔ وہ سب پر حاوی رہے تھے اور ان کی کسی بھی اولاد کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ ہاشم مبین کے سامنے سر بھی اٹھا سکے۔ اور اب اسی ہاشم مبین پر وہی فرماں بردار اولاد انگلیاں بھی اٹھا رہی تھی اور گستاخانہ باتیں بھی کر رہی تھی۔ انہوں نے ساری زندگی اس اولاد کو ایک بہترین لائف اسٹائل دینے کے لیے بہت سارے سمجھوتے کیے تھے۔ اور سمجھوتے کرتے ہوئے وہ صحیح اور غلط کی تمیز ہی بھول گئے تھے۔ آج بیٹھے تھے تو سب کچھ یاد آ رہا تھا پوری زندگی جیسے ایک فلم کی طرح ان کے سامنے چل رہی تھی۔ زندگی میں کب کب انہوں نے ضمیر کا سودا کیا تھا وہ بھی یاد آ رہا تھا کب کب انسانیت کا اور کب اپنے مذہب کا۔

وہ بے چین ہو کر اٹھ کر کمرے میں پھرنے لگے۔ مال و زر کا وہ ڈھیر جو انہوں نے اپنا مذہب بیچ اور بدل کر اکٹھا کیا تھا وہ شاید اسی قابل تھا کہ ان کی اپنی اولاد ہی اسے لوٹ لیتی۔

وہ کھڑکی کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ پچھتاوے کی ایک اسٹیج وہ ہوتی ہے جب انسان پچھتاوا نام کا لفظ بھی نہیں سننا چاہتا۔ یہ اسے گالی کی طرح لگتا ہے۔ انہیں بھی لگ رہا تھا۔ پچھتاوا کیسا؟ ایسا کیا ہی کیا تھا جس پر پچھتاوا ہوتا۔؟۔ جو بھی کیا تھا سوچ سمجھ کر ہی کیا تھا غلطی کہاں ہوئی۔؟ ساری زندگی بہترین آسائشوں میں گزری' اگر کچھ غلط ہوتا تو کہیں تو ٹھوکر لگتی۔؟ وہ ایک کے بعد ایک سوال سے جیسے اپنی زندگی غلطیوں اور گناہوں کی چھان پھٹک کر رہے تھے۔ چیک لسٹ میں اپنی ٹھوکریں نظر انداز کر کے خود کو درست قرار دے رہے تھے آنکھیں بند کیے۔

اور پھر زندگی کے اس لمحے پر انہیں ایک غلطی اور اس ایک غلطی کے ساتھ امامہ یاد آئی تھی۔ انہوں نے اسے ذہن سے جھٹکا۔ پھر جھٹکا پھر جھٹکا۔ اور پھر وہ رک گئے۔ فائدہ کیا تھا اس کوشش کا۔ پہلے کبھی اس میں کامیاب ہوئے تھے جو آج ہو جاتے۔

کتنے سال ہوئے تھے انہیں اسے دیکھے۔ اس سے ملے۔ آخری بار۔ آخری بار انہوں نے اسے اس ہوٹل میں دیکھا تھا سالار کے ساتھ۔ اور آخری بار انہوں نے اس کی آواز کب سنی تھی۔ اس سے کب بات کی تھی۔؟۔ انہیں یہ بھی یاد تھا۔ یہ کیسے بھول جاتا؟۔ وسیم کی موت پر۔

کتنے سال۔۔۔ کتنے سال گزر گئے تھے۔ انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔ آنکھوں میں آنے والی نمی صاف کی۔ پتا نہیں یہ نمی کس کے لیے آئی تھی وسیم کے لیے۔؟۔ یا امامہ کے لیے۔؟۔

آنے والے ہفتے میں سب کچھ بکنا اور بٹنا تھا۔ یہ گھر۔ فیکٹری۔ زمین۔ پلاٹ' اکاؤنٹس میں پڑا پیسہ۔ گاڑیاں۔

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سب اثاثے۔ اگر کچھ بٹنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ تو وہ ہاشم مبین اور ان کی بیوی تھیں، جنہیں کوئی بھی اثاثہ نہیں سمجھ رہا تھا اور کوئی بھی ساتھ رکھنے پر تیار نہیں تھا۔ وہ اکیلے رہ سکتے تھے۔ امامہ کے بعد بھی رہے تھے۔ اور وسیم کے بعد بھی رہ رہے تھے۔ نوکر رکھ سکتے تھے اپنے لیے۔ بڑا گھر نہ سہی کوئی چھوٹا گھر لے سکتے تھے، جائیداد کی تقسیم کے بعد ان کے اور ان کی بیوی کے حصے میں اتنا کچھ تو ضرور آجاتا۔ لیکن پریشانی اب پیسے کی نہیں تھی زندگی کی تھی۔ آخر زندگی اتنی لمبی کیوں ہو جاتی ہے؟۔ انسان بڑھاپے کی سیڑھی پر قدم رکھے یہ سب دیکھ کر اور سہ کر ہی کیوں مرتا ہے۔ پہلے ہی کیوں نہیں مرجاتا۔ ہاشم مبین نے اس وقت جو سوچا تھا۔ وہ کبھی پہلے نہیں سوچا تھا۔

صدمہ یہ نہیں تھا کہ اپنا سب کچھ اولاد کو سونپ کر، ہاتھ جھاڑ کر الگ ہونا تھا۔ اور ان میں بیٹے اور بیٹیاں سب شامل تھے۔ صدمہ یہ تھا کہ یہ تقسیم ایسے ہو رہی تھی۔۔۔ اس ذلت آمیز انداز میں۔

یہ وہی رات تھی جب انہوں نے ایک بار امامہ سے ملنے کا سوچا تھا۔ یہ وہی رات تھی جب انہوں نے سوچا تھا، کہ شاید انہیں باقی اولادوں کی طرح امامہ کو بھی اپنی جائیداد میں سے حصہ دینا چاہیے۔ اور وہ یہ جانتے تھے وہ اس سوچ پر عمل کبھی نہیں کر سکتے۔ وہ امامہ کو اپنی جائیداد کا وارث نہیں بنا سکتے تھے، کیونکہ اس کے لیے انہیں نے بہت سارے اعتراف کرنے پڑتے۔ عمر کے اس حصے میں ہاشم مبین نے پہلی دفعہ یہ بھی سوچا کہ وہ کچھ اعتراف کر لیں۔ شاید ضمیر کا کچھ بوجھ کم ہو جائے۔ گناہ کا بوجھ گھٹانا تو اب ممکن نہیں رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اور شیطان سے خبردار رہو۔ وہ اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس زمین پر اس کی پرستش کی جائے گی لیکن وہ اس بات پر راضی ہے کہ تمہارے درمیان فتنہ و فساد پیدا کرتا رہے اس لیے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرو۔"

☼ ☼ ☼

مویشیوں کے اس احاطے میں اپنے خاندان کی لاشوں کے پاس چند گھنٹے بیٹھے رہنے کے بعد غلام فرید اس رات پہلی بار جا کر جانوروں کے باڑے میں سویا تھا۔ زمین پر پڑی رلی جو جانوروں کے بول و براز سے اٹی ہوئی تھی۔ اس پر گائے بھینسوں کے قریب۔ اسے جس آدمی نے اس احاطے میں خاندان سمیت رہائش دی تھی اس آدمی نے جانوروں کی چوکیداری اور دیکھ بھال کے کام کے عوض دی تھی۔ اور غلام فرید اب ان کی چوکیداری کر رہا تھا۔ یا پھر شاید وہ بھی ایک جانور تھا جسے جانوروں کے ساتھ ہی رہنا چاہیے تھا۔

اس کے خاندان کی لاشیں صبح سویرے دودھ لینے والے کچھ لوگوں نے دیکھی تھیں اور اس کے بعد گاؤں میں کہرام مچ گیا تھا۔ غلام فرید اس کہرام کے دوران بھی جانوروں کے باڑے میں ہی وہ چھری پاس رکھے بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔ جو آلہ قتل تھی۔ مگر غلام فرید کی نظر میں وہ آلہ رہائی تھی۔

پورا گاؤں اس احاطے میں آگیا تو لوگوں نے غلام فرید کو بھی دیکھ لیا۔ اس کے کپڑوں اور ہاتھوں پر لگے خون کو بھی۔ اور اس خون آلود چھری کو بھی۔ وہ پہلا موقع تھا جب گاؤں میں سے کوئی غلام فرید کو گالی نہیں دے سکا تھا۔ ہمیشہ کی طرح۔ وہ اس سے دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ اس کے قریب تک آنے کی جرات بھی نہیں کر پائے تھے۔ بس گم صم اس کو دور دور سے دیکھ کر یوں سرگوشیاں کر رہے تھے، جیسے وہ چڑیا گھر میں رکھا ہوا پنجرے میں بند کوئی جنگلی جانور ہو، جو کسی بھی وقت ان میں سے کسی پر بھی حملہ کر سکتا تھا۔ بس فرق یہ تھا کہ وہ پنجرے کی سلاخوں کے پیچھے نہیں تھا اس لیے زیادہ خطرناک تھا۔

اس دن پوری زندگی میں پہلی بار گاؤں میں سے کسی نے غلام فرید کو ماں، بہن، بیوی، بیٹی کی کوئی فحش گالی دے کر

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

مخاطب کیا تھا نہ ہی کسی نے اس کے ذات کے کمی کمین ہونے کو کسی طعنے میں جتایا تھا۔ نہ کسی نے اس پر لعنت ملامت کی تھی نہ گالم گلوچ۔ نہ ڈرایا دھمکایا تھا۔ نہ گریبان سے پکڑا تھا نہ تھوکا تھا نہ ہاتھ اٹھایا تھا۔ اور نہ ہی یہ یاد کرایا تھا کہ اسے سود کی قسط ادا کرنی ہے اس تاریخ تک اور اگر ادا نہ کی تو اس کے ٹکڑے کرنے کے بعد اس کی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

زندگی میں پہلی بار اس دن غلام فرید نے جیسے چند لمحوں کے لیے جانور بننے کے بعد انسان جیسا درجہ حاصل کیا تھا۔

پولیس کے آنے سے کچھ دیر پہلے مولوی صاحب بھی موقع واردات پر پہنچ گئے تھے۔ وہ رستے میں سن چکے تھے، کہ غلام فرید نے کیا کیا تھا لیکن اس کے باوجود نو لاشوں اور ان نو لاشوں کے درمیان بلکتی ایک بچی نے ان پر چند لمحوں کے لیے لرزہ طاری کر دیا تھا۔ انہیں لگا تھا جیسے غلام فرید کو اللہ نے اس کے کیے کی سزا دی تھی۔ اس برائی کی جو اس نے مولوی صاحب کے ساتھ کی تھی اور یہ بات وہ اگلے کئی مہینے وقتاً "فوقتاً" جمعے کے خطبے میں دہراتے بھی رہے۔ اپنی مومنیت رجسٹر کروانے کا اس سے اچھا موقع کہاں مل سکتا تھا مولوی صاحب کو۔ کم علم، جاہل لوگوں کے دل پر اللہ اور مولوی صاحب کی ہیبت قائم کرنے کی۔

پولیس کے پہنچنے پر مولوی صاحب نے ہی اس کا استقبال کیا تھا اور وہ "شیطان" دکھایا تھا جو پھانسی کا حق دار تھا۔ اس "شیطان" نے کسی مزاحمت کے بغیر اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔

"ہاں میں نے ہی مارا ہے سب کو۔ اور صرف اس لیے کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا وہ ویسی زندگی گزاریں جو غلام فرید جی رہا تھا۔ میں کچھ بھی کر لیتا کسی جائز طریقے سے اپنا قرض نہیں اتار سکتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا وہ بھی کینچوؤں کی طرح جئیں۔" غلام فرید نے پولیس کے سامنے اپنے اعترافی بیان میں کہا تھا۔

غلام فرید نے ٹھیک کہا تھا، وہ کسی بھی حلال طریقے کی آمدنی سے سود جیسی حرام چیز کو اپنے سر سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔ اس حرام چیز سے نجات کے لیے کوئی اس سے بھی زیادہ حرام کام کرنا تھا اسے۔ اور وہ حرام کام اس نے کر ہی لیا تھا۔

حلال برکت پیدا کرتا ہے۔۔۔ حرام بدی کو جنم دیتا ہے۔

☼ ☼ ☼

"جان جاؤ کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک امت ہیں۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے۔ سوائے اس کے جسے اس کا بھائی رضامندی اور خوشی سے دے۔ اور اپنے نفس پر اور دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔"

☼ ☼ ☼

بھوک سے روتی بلکتی اور خون میں لتھڑی ہوئی چنی کو سب سے پہلے جس نے دیکھا تھا اس نے اسے بھی زخمی سمجھا تھا لیکن جب اس کی مدد کرنے اور اسے طبی امداد دینے کے لیے اٹھایا گیا تو یہ پتا چل گیا تھا کہ وہ صحیح سلامت تھی۔ گاؤں والوں کے لیے یہ ایک معجزہ تھا کہ اتنی لاشوں میں ایک بچی زندہ رہ گئی تھی۔ غلام فرید کی بے رحمی اور اگل پن کے باوجود۔ گاؤں والوں کے لیے معجزوں کی تشریح بس وہی تھی۔

غلام فرید کا کوئی بھائی نہیں تھا اور بہنوں میں سے صرف ایک اس بات پر تیار ہوئی تھی کہ وہ چنی کو اپنے پاس رکھے گی۔ نسیمہ کے خاندان میں سے کوئی بھی اس پر تیار نہیں ہوا تھا کہ وہ ایک قاتل باپ کی بیٹی کو اپنے گھر لیں۔ لیکن فوری طور پر چنی کی دیکھ بھال صلہ رحمی کے جذبے کے تحت ان کے ایک پرانے ہمسائے نے کرنا

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY